بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

# ایک دلچسپ مباحثہ

## (آخری دن کی کارروائی)

سلسلہ کیلئے ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجنز بابت جون ۱۹۱۶ء

دوسرے دن پادری غلام مسیح صاحب نے عین وقت پر اطلاع دی۔ کہ مضمون وہی رات والا "مسیح کی موت و بعثت کا ثبوت" ہے۔ میں اس پر لیکچر شروع کرتا ہوں۔

صلیبی موت کی تائید میں دوسرے روز پادری صاحب تقریر کرتے ہیں

معزز حاضرین۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ کل میرے معزز دوست مسٹر ایم این ہیوڈ وکیل نے ثابت کیا تھا۔ کہ کتاب مقدس کے رو سے مسیح مر گیا اور پھر جی اٹھا۔ لیکن چونکہ کامل طور سے فریق مخالف کی تسلی نہیں ہوئی۔ اسلیئے آج وہی مضمون رکھنا مناسب سمجھا گیا ہے۔

سب سے پہلے میں یہ کہتا ہوں۔ کہ میرے دوست جو مد مقابل ہیں۔ مجھے خوب معلوم ہے۔ کہ چونکہ وہ پہلے عیسائی تھے۔ اس لیئے پطرس کی طرح وہ بوجہ مسیح کے ساتھ اتحاد قلبی رکھنے کے اسے صلیب پر مردہ خیال کرنا نہیں چاہتے۔ مگر میں انکو بتاتا ہوں۔ کہ یہ انکا خیال ہمدردی پر مبنی نہیں۔ مسیح نے خود پطرس کو کیا جواب دیا تھا۔ پس آپ ایسا خیال نہ کریں۔ دیکھیئے۔ یہودی لوگ جو سخت دشمن ہیں۔ وہ بھی اس بارے میں بجز اسکے کہ تسلیم کریں۔ مسیح صلیب پر مر گیا تھا۔ کچھ اور بول نہیں سکتے پنطس پلاطوس کی ڈائری تا حال پکار پکار کر کہتی ہے۔ کہ یسوع واقعی صلیب پر مر گیا تھا۔ پھر جس صورت میں تمام

یہود - خود رومی حاکم کی ڈائری - سب وسائل سے یہی ثابت ہوتا ہے - کہ یسوع صلیب پر مر گیا - آپ کیوں تسلیم نہیں کرتے - پھر جبکہ یہ مسئلہ مسیحی مسلمات سے ہے - تو اسپر عقلی و تواریخی بحث چہ معنی دارد - (خوب!) پھر دیکھیئے - جس صورت میں مسیح نے کوڑے کھائے - دُکھ درد سہے - پھر اگر وہ مصلوب ہوکر مارا گیا - تو اسکے تسلیم کر لینے میں آپ کو حرج کیا ہے - پھر جائے غور ہے - تواتر سے جب ثابت ہے - کہ وہ یسوع صلیب پر مر گیا - پھر آپ شبہ کرنے والے کون؟ پھر دیکھو - قرآن شریف میں لکھا ہے - کہ مسیح کا رفع الی السماء ہُوا - پھر لکھا ہے کہ روح القدس سے اسکی تائید کی - اب میرے دوست بتاویں - کہ اگر مسیح کا رفع ہُوا - تو کہاں ہُوا - مَیں کہوں گا - کہ آسمان پر اُٹھائے گئے - کیونکہ **خدا آسمان** پر رہتا ہے -

پھر عبرانیوں والی دلیل جو آپ پیش کرتے ہیں - خود عبرانیوں والا مصنف اسی خط عبرانیوں میں لکھتا ہے - کہ مسیح مصلوب ہوکر مارا گیا - پس یہ کیا دلیل ہے - جو آپنے پیش کر دی -

ناظرین! یہ مضمون تھا پادریصاحب کا جو آپنے سنایا -

جب پادریصاحب نے لیکچر بند کر دیا - (پورا وقت بھی نہ لیا - کیونکہ آخر کیا بولتے) اسکے بعد مَیں نے جواب سنانا شروع کیا - مَینے کہا -

معزز حاضرین! وہی بات نکلی سو بہت شور سُنتے تھے پہلو میں دل کا ٭ جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

سب سے پہلے پادریصاحب نے مجھے پطرس کے ساتھ تشبیہ دی - اے جناب - مَیں پطرس بننا پسند نہیں کرتا - پطرس وہ ہے - جس نے اپنے ہادی پر تین بار لعنت کی - اور اس سے انکار کر دیا دیکھو متی ۲۶/۶۹ تا ۷۵

قرآن کریم کا احسان عیسائیوں پر

باقی رہا یہ امر - کہ مجھے مسیح کے ساتھ ہمدردی ہے - وہ بے شک درست ہے - مسیح عیسیٰ ابن مریمؑ اللہ کے ایک رسول تھے - یہ بات قرآن کریم نے مجھے بتائی - ورنہ مَیں کبھی اسکو جو محض ماں سے پیدا ہُوا - نبی نہ تسلیم کرتا - بلکہ مَیں کیا - تمام مسلمان جو کروڑوں کی تعداد میں ہیں - اسکے منکر ہوتے - مگر یہ قرآن کریم کا ایک بہت بھاری

احسان مسیح پر ہے۔ کہ اس نے اسکی پوزیشن صاف کرکے لوگوں کو بتایا۔ کہ وہ نبی اللہ تھا۔ مگر وہ آدمی جو کوئی یسوع آپکی اناجیل والا ہے۔ اس کا میں سخت دشمن ہوں۔ کیونکہ اس نے دعویٰ اُلوہیت بقول آپکے کیا۔ اور مسیح عیسیٰؑ کو میں صلیب پر اسلیئے مردہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ کہ صلیب پر مرنے والا مطابق استثنا ۲۱/۲۳ کے لعنتی ہوتا ہے۔ مگر مسیح عیسیٰؑ ایک نبی تھا۔ اسلیئے وہ لعنتی نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر یہ تسلیم کیا جاوے۔ کہ وہ صلیب پر مرگیا۔ تو لامحالہ وہ لعنتی ہوگیا۔ مگر ایسا ہرگز نہیں۔

**پلاطوس کی ڈائری**

اور یہ جو آپنے کہا۔ پنطس پلاطوس کی ڈائری تاحال بھی اسکی موت پر شاہد ہے میں پوچھتا ہوں۔ کہ جس صورت میں خود اناجیل اربعہ وغیرہ باوجود اس امر کے کہ ان کتابوں کو کروڑہا آدمی الہامی تسلیم کرتے آئے ہیں۔ محفوظ عن الخطا نہیں پھر کیونکر ممکن ہے۔ کہ ڈائری پلاطوس محفوظ رہی ہو۔ آپ وہ ڈائری نکال کر پڑھیں۔ پھر آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں نے کل ثابت کیا تھا۔ کہ پلاطوس یہ چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح مسیحؑ بچ جاوے۔ لہٰذا اگر اس پلاطوس بزدل نے جو محض یہودیوں کے ڈر سے مسیحؑ جیسے آدمی کو نہ بچا سکا۔ یہ جھوٹ لکھدیا۔ تا اسکی سازش ظاہر نہ ہوجاوے۔ تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ لیکن پہلے آپ اس ڈائری کو پڑھکر سنائیں اور مجھے دکھائیں۔ زبانی دعویٰ چہ معنی دارد۔ اور آپنے جو بار بار یہودیوں کو پیش کیا ہے۔ کہ وہ اس امر کے قائل ہیں۔ کہ یسوع صلیب پر مرگیا۔ یہ کوئی بات نہیں۔ پادریصاحب افسوس آپ کچھ نہیں سمجھے۔ اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس مسئلہ کو سمجھاکر میں ثواب حاصل کرتا ہوں۔ آپ بغور سُنیئے۔

**یہود نے مسیح کو کیوں صلیب پر کھینچنا چاہا**

یہودی بموجب زبور ۸۹/۴ و ۱۱۰/۴ و یسعیاہ ۹/۷ وغیرہ اور طالمودی روایت ابی النبر والی کے مطابق جن کا ذکر یوحنا ۸/۵۸ و ۱۷/۵ اور خاصکر یوحنا ۱۲/۳۴ میں ہے کہتے تھے۔ کہ مسیح ابد تک رہیگا۔ لیکن جب مسیح نے دعویٰ مسیحیت کیا۔ تو یہودیوں نے یہ منصوبہ گانٹھا۔ کہ اسے صلیب پر ماردیا جاوے۔ اسکی ۲ دو وجہ تھیں۔ اول یہ کہ وہ یعنی مسیح جب مرجائیگا۔ تو اس کا ابد تک رہنا ٹوٹ جائیگا۔ اور دعویٰ مسیحیت

جھوٹا ہو جائیگا۔ دویم یہ کہ۔ لعنتی موت کی وجہ سے دعویٰ نبوت بھی ٹوٹ جائیگا۔ پس پادری صاحب اگر آپ یہودیوں کی شہادت قبول کرتے ہیں۔ تو اس شہادت کے نتائج خود دیکھ لو۔ کہ آپ کی یہ منطق کیسی غلط ہے۔ ورنہ آپ وجہ بتاویں۔ کہ اگر یہودیوں کی گواہی اس معاملہ میں حق ہے، تو کیوں یہ مسیحؑ کے دعاوی غلط نہیں ؟ ۔

پادری صاحب کا عقلی و تواریخی بحث سے گریز

اور یہ جو آپنے کہا جب کہ یہ مسئلہ مسیحی مسلمات میں سے ہے۔ تو آپ کیوں تواریخی اور عقلی حوالہ جات سے بحث کرتے ہیں۔ مَیں کہتا ہوں۔ مَیں کر سکتا ہوں۔ اس کا جواب صرف یہی ہے۔ اور میں تو اناجیل اور عہد عتیق وغیرہ کے رو سے بھی اسی صلیب پر زندہ ثابت کر چکا۔ پھر اگر آپ عقلی اور تواریخی بحث سے ایسے ڈرنیوالے تھے۔ تو میدان میں کیوں رونق افروز ہوئے۔

کوڑے وغیرہ کھانا لعنت کا موجب نہیں موت صلیب کا

اور یہ جو آپنے کہا۔ کہ کوڑے کھائے۔ درد سہے۔ پھر صلیب پر اس کا مرنا کیا قباحت رکھتا ہے۔ مَیں کہتا ہوں۔ استثنا ۲۱/۲۳ میں یہ نہیں لکھا۔ کہ کوڑے کھانے والا اور درد سہنے والا لعنتی ہوتا ہے۔ اور نہ گلتی ۳/۱۳ میں پولوس مسیح کو اس واسطے لعنتی کہتا ہے۔ کہ اس نے کوڑے کھائے تھے۔ یا درد سہے تھے۔ بلکہ صرف اس لیئے۔ کہ وہ صلیب پر مر گیا۔ اور اس کا صلیب پر مرنا یہ حرج رکھتا ہے۔ کہ وہ لعنتی ہو جاتا ہے۔

پھر کونسے تواتر سے ثابت ہے۔ مَیں نے تواتر کی تشریح کر دی۔ اناجیل سے عقلی و تواریخی بحث سے ثابت کر دیا۔ کہ وہ صلیب پر زندہ رہا۔ پھر تواتر کونسا باقی رہا۔ آپ یہودی زبان کی تصویر لیئے پھریں۔

رفع مسیح زندہ بجسم آسمان پر جانا ثابت نہیں ہوتا

پھر یہ جو آپنے کہا۔ کہ مسیحؑ کا رفع الی السماء ہُوا۔ قرآن کریم میں لکھا ہے۔ بالکل غلط کہا ہے۔ کہاں لکھا ہے۔ کہ مسیحؑ کا رفع آسمان کی طرف ہُوا۔ بلکہ لکھا ہی صرف رفع ہُوا۔ اور یہ جو آپ پوچھتے ہیں۔ کہ کہاں کس جگہ کی طرف رفع ہُوا۔ اگر مان لیں۔ خدا کی جانب۔ تو خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے۔ دیکھو خدا فرماتا ہے۔ ہم انسان کی شاہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ پارہ ۲۶ سورہ ق رکوع ۲۔ اللہ آسمان زمین

سب جگہ ہے۔ پھر کیا آپ کو بائیبل کے کلمات یاد نہیں" کیا آسمان زمین مجھ سے بھرے نہیں۔ خداوند کہتا ہے"

اور رفع سے مراد اگر مادی جسم لیویں۔ تو سورہ مریم رکوع ۴ میں ادریسؑ کے متعلق آیا ہے۔ ورفعنٰہ مکانًا علیًّا۔ پھر کیا ادریسؑ کا بھی ویسے ہی رفع ہوا۔ پھر پارہ ۲۳ رکوع میں حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں۔ انی ذاھبٌ الٰی ربی میں اپنے ربّ کی طرف جانیوالا ہوں۔ پھر کیا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آسمان پر گئے۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کلمات کا رفع ہوتا ہے۔ تو کیا کلمہ کوئی مادی چیز ہے۔

پھر اسکے علاوہ سورہ اعراف رکوع ۲ میں لکھا ہے۔ بنی آدم کے لیئے زمین میں زندگی بسر کرنا ہے۔ اور اسی میں مرنا ہے۔ اور اسلام کے نزدیک مسیحؑ بھی بنی آدم میں شامل ہیں۔ پھر سورہ مرسلات میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے زمین کو جذب کرنیوالی بنایا تمھاری زندگی اور مرنے کی حالت میں۔ پس مسیحؑ کس طرح جسم کے ساتھ آسمان پر جاسکتے ہیں۔ پس مسیحؑ کا رفع روحانی جس طرح اور مقدسین کا ہوتا ہے۔ ضرور ہوا۔ نہ کہ وہ اس جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے۔

**انجیل کے چند اندرونی اختلافات**

پھر عبرانیوں کے دوسرے مقام کا حوالہ جو آپنے اپنے مدعا کا مؤید پیش کیا ہے۔ یہ بھی ایک بلائے عظیم آپ پر لوٹ آتی ہے۔ کیونکہ میں کہتا ہوں۔ آپ وجہ بتادیں۔ عبرانی ۵/۷ قابل اتباع و تسلیم ہے۔ یا عبرانیوں کا آپ والا حوالہ پیش کردہ۔ پھر اسکے ساتھ ہی بتادیں۔ پیدائش ۴۶/۲۷ میں لکھا ہے۔ کہ ۷۰ اسرائیلی یعقوب کے ہمراہ مصر میں آئے تھے۔ لیکن اعمال ۷/۱۴ میں لکھا ہے۔ کہ پچھتر ۷۵ اسرائیلی یعقوب کے ہمراہ آئے تھے۔ آپکے نزدیک ستر ۷۰ یا پچھتر ۷۵ کونسی تعداد درست ہے۔ اور کیوں پھر مرقس ۱۰/۴۶ میں لکھا ہے۔ کہ یریحو سے نکلتے وقت مسیح نے ایک اندھے تمائی ابن تمائی کو اچھا کیا تھا۔ مگر متی ۲۰/۲۹ میں لکھا ہے کہ دو اندھوں کو اچھا گیا تھا۔ آپ فرمادیں پھر مرقس ۵/۱تا۱۳ میں لکھا ہے۔ گراسینوں کے ملک میں ایک دیوانے کو اچھا کیا

تھا۔ مگر متی ۸/۲۸ میں لکھا ہے۔ کہ گدرمنیوں کے ملک میں دو دیوانے اچھے کیئے۔ اور واقعہ ایک ہی کے متعلق ذکر ہے۔ آپ فرما دیں۔ مرقس والی تعداد صحیح ہے۔ یا متی والی۔ اور کیوں۔ پھر ۲ صمو ۶/۲۳ میں لکھا ہے۔ ساؤل کی بیٹی میکل مرتے دم تک بے اولاد رہی۔ مگر دوسری جگہ ۲ صمو ۲۱/۸ میں لکھا ہے "ساؤل کی بیٹی میکل کے پانچ بیٹے جو وہ عدرایل کے لیئے جنی تھی" (یعنی عدرایل کے نطفہ سے جو اس کا خاوند تھا) آپ اب بتا دیں۔ کونسا مقام صحیح ہے۔ پس آپنے جو عبرانیوں کا دوسرا مقام پیش کیا۔ مَیں کہتا ہوں غلط ہی۔ کیونکہ مَینے واقعات تواریخیہ خود بائیبل دلائل عقلی و نقلی سے ثابت کردیا تھا۔ کہ مسیحؑ صلیب پر زندہ رہا۔ اور پھر اپنی تائید مزید میں حسب مطالبہ وکیل صاحب کے عبرانیوں والا حوالہ پیش کیا تھا۔ لیکن آپ اوپر کی تقیضات کا تصفیہ فرما کر پھر عبرانیوں والے حوالہ کو ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ ورنہ ہرگز نہیں۔

اب مَیں معزز حاضرین سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں۔ کہ چونکہ مضمون کل والا ہی۔ اسلیئے مَیں اپنے کلؔ والے چھ ۶ مطالبات پادریصاحب کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ جواب دیویں۔

اسپر مَینے کلؔ والے چھ مطالبات پادریصاحب کے سامنے رکھے۔ اور میرا وقت گذر گیا۔

پادریصاحب کا جواب الجواب

پادری صاحب کے دس۱۰ منٹ شروع ہوئے۔ آپنے کہا۔ کہ میرے مدمقابل نے جو یہ کہا۔ کہ قرآن کا احسان مسیحؑ پر یہ ہے۔ کہ اس نے اسکی ولادت کو بے خطا مان لیا۔ یہ کوئی احسان نہیں۔ سچ بات ظاہر کرنا اپنا فائدہ ہوتا ہے۔

اور یہ جو آپنے کہا۔ کلمات کا رفع ہوتا ہے۔ پھر کلمہ کیا مادی چیز ہے۔ ای صاحب! مَیں بتاؤں۔ کلمہ مادی چیز ہے۔ مادی چیز وہ ہے۔ جس کا فوٹو لیا جا سکے۔ اور آپ کو معلوم ہو۔ گراموفون میں کلمہ کا فوٹو لیا جاتا ہے۔ راگ وغیرہ بند کر لیا جاتا ہے۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ کلمہ مادی چیز ہے۔ اور اگر کلمات کا رفع قرآن تسلیم کرتا ہے۔ تو بھی ایک میرے مؤید دلیل ہے۔ جس صورت میں کلمہ مادی کا رفع ہوتا ہے۔ پھر مسیح کے جسم مادی کا تو ضرور ہُوا۔

باقی یہ جو آپنے میرے عبرانیوں والے مقام پر اعتراضات کیئے ہیں۔ مَیں عبرانیوں والا حوالہ چھوڑتا ہوں۔ آپ اعتراضات کا طومار واپس لے لیں۔

پادریصاحب کا وقت ختم ہوگیا۔ اور میرا وقت دس منٹ شروع ہُوا۔

اعتراض نمبر ۱۰ کا جواب

مَیں نے کہا۔ کہ جب قرآن کریم نے ایک سچ واقعہ ولادت مسیحؑ کو بے کم وکاست ظاہر کردیا۔ تو ثابت ہُوا۔ کہ وہ ایک سچ ظاہر کرنے والی کتاب ہے۔ پس آپ سچی کتاب کو تسلیم کرلیں۔ اور پادریصاحب۔ کیا اگر کوئی دیانتدار آپ کی کوئی شہادت حق اور سچ طور سے سنادے۔ تو آپ صرف اس وجہ سے۔ کہ سچ بولنا اپنا فائدہ ہے۔ اسے محسن تسلیم نہ کرینگے۔

اگر بقول پادریصاحب کلمہ مجسم ہو تو خدا بھی مجسم ہے

اور یہ جو آپنے کہا۔ کہ کلمہ مادی چیز ہے۔ اور بار بار چبا چبا کر تشریح کرتے رہے ہیں۔ اور اسٹیج پر سے اچھلے پڑتے تھے۔ کہ گویا کوئی خزانہ ہاتھ آگیا۔ کوئی بات نہیں۔

اے معزز حاضرین۔ پریزیڈنٹ صاحبان۔ پادریصاحب کہتے ہیں۔ کلمہ مادی چیز ہے۔ کیونکہ اس کا فوٹو لیا جاتا ہے۔ پس مَیں کہتا ہوں۔ کہ اگر کلمہ مادی چیز ہے۔ تو یوحنا ۱ باب بالکل غلط اور لغو۔ جہاں لکھا ہے۔ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا تھا۔ پس کلام یا کلمہ جو مادی چیز ہے۔ خدا نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ہوسکتا ہے۔ تو ثابت ہُوا۔ کہ عیسائیوں کا خدا مادی خدا ہے۔ (یہ جواب سُنکر جزاک اللہ کی آواز کے ساتھ تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔)

مطالبات نقیض کا مطالبہ

اور آپ اپنا عبرانیوں والا حوالہ کیوں واپس لیتے ہیں۔ مَیں نے اپنے مطالبات اور نقیض والا اعتراض دہرائے۔ اور پریزیڈنٹوں کو توجہ دلائی۔ کہ میرے مطالبات کا جواب دیا جاوے۔ اسکے بعد سات منٹ شروع ہوئے۔

مطالبات سنکر جواب کی بجائے پادریصاحب لدھیانہ بلانے لگے

پادری غلام مسیح صاحب سات منٹ بولے۔ خدا جانتا ہے۔ مُنہ پر ہوائیاں اُڑتی تھیں۔ اُٹھکر کہا۔ مَیں مانتا ہوں۔ کہ آپکے مطالبات ذرا سخت ہیں۔ وہ ایسے نہیں۔ کہ انکا جواب چند منٹوں یا گھنٹوں میں دیا جاسکے۔ آپ میرے پاس لدھیانہ تشریف لے چلیں۔ وہاں روٹی بھی اور کپڑا بھی موجود ہے۔ اگر ان مطالبات کی وجہ سے آپ کو ٹھوکر لگی ہے۔ ہم سب ملکر آپ کو سمجھا دینگے۔ اسکے بعد خدا جانتا ہے۔ کہ ایک دو منٹ بالکل بے تکی ہانکتے رہے۔ اور اٹک اٹک کر کہ کسی طرح وقت

ختم ہوجاوے بولتے رہے۔ آخر بیٹھ گئے۔

میں نے اُٹھکر کہا۔ کہ اگر آپ کو لدھیانہ ایسے جلد یاد آنا تھا۔ تو پھر میدان میں کیوں آئے؟ اسی جگہ میرے مطالبات کا جواب دو۔ اسپر پھر میں نے اپنے مطالبات کو مختصراً سے سُنادیا۔ اور خاصکر اس پر زور دیا۔ کہ پادری صاحب! مہربانی کرکے ضرور بتاویں۔ کہ بموجب گلتی ۳ کے یسوع لعنتی ہوا یا کہ نہیں۔ پولوس تسلیم کرتا ہے آپکو کیا عذر ہے؟

احمدی مناظر میدان مناظرہ میں مطالبات کا جواب طلب کرتے ہیں

پادریصاحب نے اُٹھکر صاف لفظوں میں تسلیم کیا۔ کہ واقعی مسیح لعنتی ہوگیا۔ آپ فکر نہ کریں۔ اسے لعنتی ہونے دیں

پھر کیا قرآن کے روسے تو وہ ایک نبی ہے۔ خواہ کچھ ہو۔ اسپر آپنے پھر دعویٰ کیا قرآن میں لکھا ہے۔ کہ مسیح خدا ہے۔ مگر کوئی حوالہ نہ دیا۔ اور بار بار کہتے رہے۔ سب مسلمان مانتے ہیں۔ کہ وہ نبی تھا۔

مینے اُٹھکر کہا۔ کہ معزز حاضرین دیکھو۔ یہ پادریصاحب اپنے یسوع کو لعنتی مانتے ہیں۔ اور سب لوگوں کو کہتے ہیں۔ کہ مسیح یسوع کو تسلیم کرو۔ ورنہ نجات نہیں ملے گی۔ دیکھو لعنتی کے شاگرد بناتے ہیں۔ اور قرآن میں بالکل نہیں لکھا۔ کہ وہ خدا تھا۔ بلکہ قرآن یسوع کے نام سے بھی واقف نہیں۔ ہاں مریمؑ کا بیٹا عیسیٰؑ بے شک نبی تھا۔ مگر یسوع آپکا تو بقول آپکے خدا ہے۔ اور قرآن کریم کے نزدیک جو آدمی ہوکر الوہیت کا دعویٰ کرے سخت مقہور و مغضوب ہے۔

قرآن شریف کا فتویٰ مدعی الوہیت کے بارہ میں

آخر جلسہ برخاست ہوا۔ اس فتح کی نسبت کیا لکھا جاوے۔ مسیحیت کا خاکہ اُڑ گیا۔ کہ چھوٹے بڑے تک عیسائیوں کی شکستوں کو جان گئے۔

مینے اسی وقت کہا۔ کہ ماسٹر محمد یوسف صاحب اس امر کا تصفیہ کرلیں۔ کہ رات کو جلسہ ضرور ہو۔ عیسائیوں نے شرائط میں لکھا ہوا ہے۔ کہ اس تاریخ کو بھی دو اجلاس ہونگے۔ (کیونکہ مجھے کامل یقین ہوگیا۔ کہ اب یہ تثلیثی بھاگتے ہیں) عیسائیوں نے تسلیم کرلیا۔ کہ شام کو اجلاس منعقد ہوگا۔

مسیحی مناظر میدان مناظرہ سے بھاگ گئے ہیں

اسکے بعد پادری غلام مسیح صاحب اور گوکل ناتھ صاحب بی۔اے تو گھر پہنچتے ہی بھوک کی حالت میں اپنے سٹیشنوں کو روانہ ہو گئے۔

رات کو ہرچند ہم نے کوشش کی۔ کہ عیسائی اپنا جلسہ کریں۔ مگر انہوں نے کہدیا۔ ہمارے آدمی چلے گئے ہیں۔ لہٰذا کوئی جلسہ وغیرہ نہیں۔ اسکے بعد شام کو ہم نے اسی جگہ اپنا جلسہ قائم کر کے جناب ماسٹر محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی تقریر کروائی۔

مسٹر ہیوز وکیل اثنائے تقریر میں آگئے۔ چند منٹ بیٹھکر جب انہوں نے دیکھا۔ کہ جماعت احمدیہ کچھ صلاح ومشورہ میرے ساتھ کر رہی ہے۔ اور ایک دو اشخاص نے بآواز بلند کہا۔ کہ اب شیخ صاحب کی تقریر ماسٹر صاحب کے بعد اس مضمون پر ہوگی مسیح ناصری کشمیر میں۔ تو وکیل صاحب دو منٹ کے بعد کافور ہو گئے۔ ؛

# مُردے کا زندہ ہونا

پادری عمادالدین صاحب لاہز ڈی ڈی اپنی کتاب متی کی تفسیر میں متی ۵/۱۷ کی تفسیر کرتے لکھتے ہیں۔ کہ مسیح نے جو یہ کہا۔ کہ "یہ نہ سمجھو۔ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرتے نہیں۔ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" اسکی صحیح تفسیر یہی ہو سکتی ہے۔ کہ مسیح نے کہا۔ کہ میں کوئی نئی چیز تمھارے سامنے پیش نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ وہی پرانی باتیں ہیں۔ جنکو تم نے بوجہ غفلت کے فراموش کردیا۔ وہی پرانا سونا ہے۔ جسے بوجہ نہ استعمال کرنیکے تم نے اسے زنگ آلودہ کر رکھا تھا۔ متی کی تفسیر مصنفہ پادری صاحب موصوف ۵ باب کی ۱۷ آیت۔

ہم اس تفسیر کو پسند کرتے اور صحیح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ کہ مسیح ناصری ؛ موسیٰ علیہ السلام کا ایک خلیفہ اور اسی موسوی شریعت کو پورا کرنیوالا اور

؛ حاشیہ۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ مسیح ناصری جدید شریعت کا لانیوالا تھا۔ اور کہ وہ

کرانے والا تھا۔ اور کوئی جدید شریعت نہیں لایا تھا۔

اسی طرح مسیح محمّدی بھی یعنی حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو خدا کے سچے مرسل اور مسیح و مہدی تھے۔ محمد صلعم کے خلیفہ تھے۔ آپنے بھی آکر فرمایا۔ کہ مَیں کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ بلکہ وہی سابقہ اسلام جسے تم نے غلط طور سے سمجھا ہُوا تھا۔ تمھیں صحیح طور پر سمجھانے اور اس کا زنگ* دُور کرنے کے لئے آیا ہوں۔

---

بقیہ حاشیہ۔ شارع نبی تھا۔ یہ بات صریح غلط ہے۔ مسیحؑ کی شریعت کی نسبت تین اقوام کو علم ہو سکتا ہے۔ اول یہودی۔ دوم مسیحی۔ سوم رومی۔ سو یہودی کہتے ہیں۔ کہ مسیحؑ نے کوئی نئی شریعت پیش نہیں کی۔ یہودیوں کے بڑے بڑے راہب استثنا ۱۸/۱۸ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسیح یسوع موسیٰ کی مانند نہ تھا۔ کیونکہ اس نے کوئی جدید شریعت پیش نہیں کی۔ اور اعمال ۳/۲۲ وغیرہ میں ناحق اس آیت کو مسیح پر چسپاں کیا گیا۔ وہ ہمیشہ خود کو یہودی کہتا تھا۔ اور لوگ بھی یہی سمجھتے تھے۔ کہ وہ یہودی ہے۔ دیکھو یوحنا ۴/۹ موسوی شریعت کے مفتی ہی اسکے پیرووں پر حکمرانی شرعاً کر سکتے ہیں۔ دیکھو متی ۲۳/۲۔ عیسائی خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ شریعت موسیٰؑ کی معرفت۔ مگر فضل خداوند مسیح کی معرفت۔ اور یہ رسول پولوس کا کلام ہے۔ کہ موسیٰ کے بعد کوئی جدید شریعت نہیں۔ اسی طرح رومی حاکم بھی یہ کہتا ہے۔ کہ مَیں اسمیں کوئی قصور نہیں پاتا۔ لیکن اگر یسوع نئی شریعت لایا تھا تو رومی حاکم یہ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیونکہ یہودیوں کے معاملات کا موسوی شرع کے موافق فیصلہ ہوتا تھا۔ اور اپنے الگ احکام جاری کرنا جو موسوی شرع کے خلاف ہوں۔ رومی حکومت میں ایک جُرم قابل مواخذہ تھا۔ پس وہ لوگ جو مسیحؑ کی جانب کوئی نئی الگ شریعت منسوب کرتے ہیں۔ مدعی سُست گواہ چُست کے مصداق ہیں۔ منہ

---

* حاشیہ۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں۔ کہ جس صورت میں شرع محمّدی کامل اور خالص دین ہے۔ پھر اسپر زنگ لگ جانا اور پھر صیقل کرنا گردانا چہ معنی دارد۔ افسوس ایسے لوگ نہیں سمجھتے۔ کہ خالص سونے میں اگر بوجہ نادانی یا اتفاقی امر کے سبب کوئی غیر دھات ملائی جاوے۔ تو وہ سونا نہیں ہیگا۔ جو پہلے تھا۔ لیکن اصلیت میں اسکے اجزا وہی ہیں۔ جو بوجہ ایک ناقص چیز کے ساتھ ہونیکے اپنی اصل چمک نہیں دکھا سکیگی۔ لیکن اگر کوئی سونا صاف کرنیوالا اس غیر دھات کو الگ کردے۔ اور صیقل سے زنگ دور کردے۔ تو پھر وہی سونا خالص ہوتا ہے۔ منہ

جس طرح مسیح ناصری کی سچی اور صداقت بھری باتوں کی مخالفت کی گئی ۔ اسی طرح خدا کے سچے اور برگزیدہ نبی مسیح محمدی کی تعلیم کی بھی سخت مخالفت اور معاندت کی گئی ۔ یعنی جس طرح مسیح ناصریؑ کے دلائل بیّنات کو پس پشت پھینکا گیا تھا ۔ اسی طرح ہمارے مسیحؑ کے دلائل کو بھی متعصب لوگوں نے غور کرنے سے پیشتر ہی جھٹلا دیا ۔ ہم اس جگہ مثال کے طور پر صرف ایک بات کو پیش کر کے دکھاتے ہیں ۔ کہ کس طرح متعصب اور علم دین کے شعور سے بے بہرہ لوگوں نے مسیحؑ صادق کی سچی باتوں کی تکذیب کی ہے ۔ حضرت مسیح موعود قادیانی علیہ السلام نے جب لوگوں کو سمجھایا ۔ کہ مسیح ناصریؑ نے اس طرح جیسا کہ تم سمجھتے ہو ۔ مُردے زندہ نہیں کیے ۔ کیونکہ مر کر دوبارہ دنیا میں کوئی نہیں آ سکتا ۔ مرا ہُوا زندہ نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ یہ سنّت اللہ کے خلاف ہے ۔ اور پھر تمام صحف سماوی بھی یہی کہتے ہیں ۔ کہ مردہ جسمانی رنگ میں زندہ نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ مراد صرف مردہ روح کو گناہوں کی موت سے نکال کر پاکیزگی کی روح کا عطا کرنا ہے ۔ یعنی تزکیہ نفس کر کے روحانی زندگی کا عطا کرنا ہی مُردہ زندہ کرنا ہوا کرتا ہے ۔ آپ نے ہر ایک مذہب کے رُو سے مخالفوں پر اتمام حجت کی ۔ کہ اس استعارہ کا مطلب صرف یہی ہے ۔ مگر مخالفوں نے بوجہ کم فہمی اور قلتِ بصارت کے اسکو قبول نہ کیا ۔ ہم اسجگہ صرف مسیحی مذہب پر اتمام حجت کر کے بتاتے ہیں ۔ کہ انجیل کے رُو سے مُردہ صرف بے دین و گمراہ ہی کو عام طور پر کہتے ہیں ۔ اور مُردہ کا زندہ کرنا ۔ صرف گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لیجانا ہی ہے ۔ نہ کہ جسمانی رنگ میں از سرِ نو زندگی بخشنا ۔ جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے ۔

(۱) پس واضح ہو ۔ متی کی انجیل میں لکھا ہے ۔ کہ "ایک اور شاگرد نے اس سے (یعنی مسیح سے) کہا ۔ "اے خداوند مجھے اجازت دے ۔ کہ پہلے جا کر اپنے باپ کو دفن کروں ۔" یسوع نے اس سے کہا ۔ تُو میرے پیچھے چل ۔ اور مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے" (متی ۸ باب ۲۱ و ۲۲)

پس اے منصف مزاجو ۔ غور کرو ۔ "مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے" کا کیا مطلب ہے ۔ کیا سچ مچ کے مردے پھر زندہ ہو کر مُردے دفن کرتے ہیں ۔ پھر اگر یہی ہے ۔ تو اس سے زیادہ لغویت اور کیا ہو سکتی ہے ۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ۔ بلکہ اس سے صرف وہ مُردے مراد ہیں جنہوں نے مسیح کو تسلیم نہیں کیا ۔ یا جو صداقت کے مخالف اور گمراہی کے خواہندہ بلکہ

گمراہ ہیں۔ پس صحف سماوی کے مُردے سے مراد "گم شدہ از راہ راست" ہی ہیں۔

(۲) لوقا ۱۵ باب ۱۱ تا ۳۲ میں ایک تمثیل مسیح بیان کرتا ہے۔ کہ ایک شخص کا بیٹا تھا۔ جو اپنے باپ سے ناراض ہو کر بدراہ ہو گیا تھا۔ مگر پھر توبہ کر کے اپنے باپ پاس آیا۔ تو اسکے باپ نے کہا۔ کہ خوشی کرو۔ کیونکہ میرا یہ بیٹا مُردہ تھا۔ اب زندہ ہُوا آیت ۲۴ پھر ورس ۳۲ میں کہتا ہے۔ کہ "خوشی منانی اور شادمان ہونا مناسب تھا۔ کیونکہ تیرا یہ بھائی مردہ تھا۔ اب زندہ ہُوا"

غور کا مقام ہے۔ کہ اس جگہ اگر مردہ سے مراد یہی لے لی جاوے۔ کہ وہ سچ مچ مر گیا تھا۔ اور پھر زندہ ہُوا۔ تو یہ مریح غلط اور واقعات کے خلاف ہے۔ پس اسجگہ مردہ سے مراد صرف یہی ہے۔ کہ وہ بدراہ اور گمراہ ہو گیا تھا۔ اسواسطے مردہ تھا۔ مگر جب توبہ کی۔ اور راہِ راست پر آ گیا تو پھر زندہ ہو گیا۔

(۳) یوحنا کی انجیل میں لکھا ہے۔ کہ مسیحؑ نے کہا۔ "مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ جو میرا کلام سنتا اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اسی کی ہے۔ اور اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا ہے۔ مَیں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ وقت آتا ہے۔ بلکہ ابھی ہے۔ کہ مردے خدا کے بیٹے کی آواز سنیں گے۔ اور جو سنیں گے۔ وہ جئیں گے" انجیل یوحنا ۵ باب ۲۴ و ۲۵

پس اب کسی سے پوچھ لو۔ کہ اس جگہ "موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہونا" "ہمیشہ کی زندگی" "آواز سن کر جینا" اس سے مراد ظلمت کو چھوڑ کر روشنی کو قبول کرنا ہی ہو سکتا ہے۔ نہ کہ وہ جو تم سمجھتے ہو۔

(۴) پولوس۔ بھی محولہ بالا مقامات کی یہی تفسیر کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے "اور اس نے تمھیں زندہ بھی کیا۔ جب اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب مردہ تھے" افسی ۲ باب ۱ پھر ورس ۵ و ۶ میں لکھتا ہے "جب قصوروں کے سبب مردہ ہی تھے۔ تو ہم کو مسیح کے ساتھ زندہ کیا۔ اور مسیح یسوع میں شامل کر کے اسکے ساتھ جلایا۔ اور آسمانی مقاموں پر اسکے ساتھ بٹھایا" افسیوں ۲ باب ۱ تا ۶ کیا کوئی ایسا مفسر بھی ہے جو یہ کہے۔ کہ اس جگہ بھی مردہ زندہ کرنے سے یہی مراد ہے۔ کہ سچ مچ کے مردوں کو زندہ کیا

تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ باتیں خود آپ اپنی تفسیر ہیں۔ جو پکار پکار کر کہتی ہیں۔ کہ مردہ کا زندہ ہونا صرف سچی توبہ اور راہِ راست کو اختیار کرنا ہی ہے۔ نہ کہ کچھ اور۔

(۵) رومیوں کے خط میں لکھا ہے "اور اگر مسیح تم میں ہے۔ تو بدن تو گناہ کے سبب سے مردہ ہے۔ مگر روح راستبازی کے سبب سے زندہ ہے" روم ۸/۱۰

(۶) کلسیوں کا خط۔ پولوس کلسی لوگوں کو کہتا ہے" اور اس نے تمھیں بھی جو اپنے قصوروں اور جسم کی نامختونی کے سبب سے مردہ تھے۔ اسکے ساتھ زندہ کیا۔ اور ہمارے سب گناہ معاف کیئے" کلسیوں ۲/۱۳

(۷) یوحنا کی انجیل میں مسیح اپنے شاگردوں کو کہتا ہے۔ کہ "تھوڑی دیر باقی ہے۔ کہ دنیا مجھے پھر نہ دیکھے گی۔ مگر تم مجھے دیکھتے رہو گے۔ کیونکہ میں جیتا ہوں۔ تم بھی جیتے رہو گے" یوحنا ۱۴/۱۹

مذکورہ بالا تمام حوالہ جات کے رو سے ثابت ہے۔ کہ مُردہ کے زندہ ہونے سے صرف یہی مراد ہے۔ کہ بُرے اور راہ راست سے بھٹکے ہوئے گناہ گاروں کو نیکی اور راہِ راست کی تعلیم دینا۔ اور انکو راستباز اور نیک بنانا۔ پس کہاں ہیں اب وہ لوگ جو ہمیشہ یہی کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب واقعی مسیح ہیں۔ تو پھر مسیح کی طرح مردے زندہ کریں۔ وہ اگر سچے محقق اور نیک نیت طالبِ حق ہیں۔ تو پھر دیکھ لیں۔ کہ خدا کے برگزیدہ مسیحؑ قادیانی نے کئی لاکھ مردے زندہ کر دیئے۔ مگر مسیح ناصریؑ نے اپنی حین حیات میں ہزار مردے بھی زندہ نہیں کیئے۔

اور اگر یہ کہو۔ کہ مسیحؑ نے سچ مچ بھی مُردے زندہ کیئے تھے۔ تو پھر چاہیئے۔ کہ کم از کم تواریخی رنگ میں تو ثبوت پیش کرو۔ کہ دیکھو۔ فلاں یہودی یا فلاں رومی مورخ نے بھی تصدیق کی ہے۔ کہ مسیحؑ نے سچ مچ کے مُردے زندہ کیئے۔ یا کسی رسول نے ہی تحریر کیا ہو۔ کہ دیکھو۔ لعزر اور نائین کی بیوہ کا بیٹا جنکو مسیح نے زندہ کیا تھا۔ وہ اتنے برس تک زندہ ہونیکے بعد جیتے رہے۔ تعجب ہے۔ کہ پولوس دیگر مردوں کا تو ذکر اس صراحت سے اپنے خطوط میں کرے۔ جیسا کہ اوپر کی سطور سے ظاہر ہے۔ مگر

سچ مچ کے مردوں کی زندگی کا کوئی اشارہ تک نہ کرے۔

پھر کیا یہ تعجب کا مقام نہیں۔ کہ اگر مسیحؑ نے واقعی سچ مچ مردے زندہ کیئے تھے تو پھر تو ما رسول مع دیگر حواریین کے کیوں منکر ہوگیا۔ کہ وہ مرکر نہیں جی اُٹھا جبکہ اس نے یسوع کے ہاتھ سے کئی مردے زندہ ہوتے دیکھے تھے۔ تو کیا اس امر کا سمجھ لینا کہ جو مُردے زندہ کرتا تھا۔ وہ خود بھی زندہ ہوگیا ہوگا۔ کوئی مُشکل امر تھا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ نہایت آسان تھا۔ پھر اس نے ایسا کیوں نہ سمجھا۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ مردہ زندہ ہونا ناممکن تھا۔ نہ کسی نے دیکھا تھا۔ جو یہ یقین کر لیتا۔ پس مذکورہ بالا عقلی ونقلی دلائل سے ثابت ہوگیا۔ کہ تمام انبیاء علیہم السلام نے مع حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بے شک مردے زندہ کیئے۔ یعنی گمراہوں کو راہِ راست سکھائی۔ فقط (نومسلم)

# ابطال اُلوہیت روح القدس

الوہیت روح القدس پر قلم اُٹھانے سے پہلے یہ عرض کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اول یہ معلوم ہو۔ کہ یہ کیا چیز ہے۔ اور تثلیثی صاحبان روح القدس کو اپنے وہم میں کیا سمجھتے ہیں لیکن جب روح القدس کی مفصل تشریح وتفسیر پادری صاحبان سے دریافت کیجاوے۔ تو وہ خود بھی کچھ نہیں بتا سکتے۔

ثالوثی علماء وفضلاء نے باپ بیٹا روح القدس کے متعلق من گھڑت گربنا رکھی ہیں۔ ہم انکو مدنظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الوہیت روح القدس پر سب سے پہلے ہمارا یہ اعتراض ہے۔ کہ اسکی الوہیت کے خواص میں خود تمام کلیساؤں کو اختلاف ہے۔ چنانچہ یونانی کلیسیا کا یہ خیال ہے کہ روح القدس اقنوم ثالث صرف اقنوم اوّل یعنی اَبْ سے مستخرج ہے۔ مگر مغربی کلیسیا ئیں اسکو اقنوم اوّل یعنی اَبْ وا قنوم دوئم

یعنی ابن سے مستخرج تسلیم کرتی ہیں۔ فاضل اتھانے سی اس کا عقیدہ ہے کہ ہر ایک اقنوم علیحدہ علیحدہ خدا ہیں۔ پھر یہ تین نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔ ہدایت نمبر ۱۵-۱۶ یورپ کے عام پراٹسٹنٹ بھی اسی عقیدہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر کیتھولک چرچ کا عقیدہ ہے کہ ثلاثہ اقانیم کا ہر ایک اقنوم علیحدہ علیحدہ خدا نہیں۔ مگر ان تینوں کا مجموعہ خدا ہے۔ امریکن مشن اور پریس بی ٹیرین بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور رسولی عقیدہ تو ان ہر دو مذکورہ بالا عقائد کے خلاف ہے۔ اسے تمام یونیٹیرین مانتے ہیں جس کا لب لباب یہ ہے۔ کہ خدا میں اقانیم مخلوط نہیں۔ بلکہ اکیلا سچا خدا باپ ہی ہے۔ یوحنا ۱۷/۳

اب جسکے وجود میں ہی اختلاف ہو۔ اسکی الوہیت ہی کیسی! تاہم یہاں ہندوستان میں فاضل اتھانے سی اس کے عقائد کو زیادہ تر مانا جاتا ہے اسلیئے میں اتھانے سی اس کے عقائد کو ہی لونگا تاکہ ہندوستان کے تثلیثی پادری صاحبان کے علاوہ دنیا کے وہ ثلث مسیحی تثلیثی جو اس عقیدہ کو مانتے ہیں۔ انکو بھی اعتراض کرنے کی گنجایش نہ رہے۔ اتھانے سی اس کا عقیدہ ہے کہ تثلیث میں کے ثلاثہ اقانیم آپس میں برابر ہیں۔ انمیں نہ کوئی مؤخر ہے نہ مقدم نہ صغیر نہ کبیر۔ دیکھو ہدایت نمبر ۲۵-۲۶

مذکورہ بالا ہدایات کو اگر مذہبی رنگ میں صحیح تسلیم کر لیا جاوے۔ تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج مترتب ہوتے ہیں۔

ا۔ ثلاثہ اقانیم میں کے ہر ایک اقنوم کے فضائل مساوی ہوں۔ عہد نامہ جدید کے لحاظ سے نہ کم ہوں نہ زیادہ۔



ب۔ عظمت اسما میں نہ کوئی مؤخر ہو مقدم۔ نہ صغیر نہ کبیر۔

ج۔ ہر ثلاثہ اقانیم میں کے ہر ایک اقنوم کا تشخص انجیل کے رو سے جداگانہ ظاہر ہو۔ اور کسی کا کمال ایک دوسرے سے حاصل کردہ نہ ہو۔

اب اس مسئلہ کو حل کرنیکے لیئے ہمیں عہد جدید پر غور کرنا چاہیئے۔ آیا یسوع کا اسکے متعلق کیا خیال ہے۔ اسکی طرز زندگی اسکی عبادت اور اسکی دعاؤں سے

ہمیں کیا پتہ چلتا ہے۔ آیا وہ سچے خدا کی پرستش کرتا تھا۔ اور کہ نیکی تاکید کرتا تھا یا اپنی یا روح القدس کی؟

پس واضح ہو۔ کہ مسیح متی باب ۲۶ ورس ۳۶ تا ۴۲ میں یہ دعا کرتا ہے۔ "اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے تاہم جیسا مَیں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسا تُو چاہتا ہے ویسا ہی ہو" پھر شاگردوں کے پاس آکر انہیں سوتے پایا اور پطرس سے کہا کیوں تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے۔ جاگو دعا مانگو تاکہ تم بھی آزمایش میں نہ پڑو۔ روح تو مستعد ہے مگر جسم کمزور ہے پھر دوبارہ یہ دعا مانگی۔ "اے میرے باپ اگر یہ میرے پیئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو"

دیکھو۔ "جیسا مَیں چاہتا ہوں ویسا نہیں بلکہ جیسے تُو چاہتا ہو ویسا ہی ہو" کہکر اپنے آپ کے اقنوم ثانی ہونے سے انکار کر دیا ہے اور اقنوم ثالث کا تو یہاں ذکر تک بھی نہیں کیا۔ پھر یسوع اپنی کمزوری ظاہر کرتا ہوا دعا مانگتا ہے کہ "اے میرے باپ اگر یہ میرے پیئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو" اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع نے اپنی مرضی کو اور اپنی تمام خواہشات کو وحدہٗ لاشریک خدا کے سپرد کر دیا تھا۔ چنانچہ یوحنا کی انجیل میں اسکی اور بھی زیادہ تصریح ہے۔ جہاں مسیح کہتا ہے "مَیں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو خدا کو پسند آتے ہیں" یوحنا ۸/۲۹۔ پھر کہا کہ اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔ یوحنا ۵/۳۰۔ پھر اس سے زیادہ صاف کر دیا فرمایا "مَیں نے اپنے باپ کے حکم پر عمل کیا اور اسی پر قائم رہا" یوحنا ۱۵/۱۰ دیکھو یوحنا ۱۷/۴ وغیرہ یہاں بھی مذکورہ بالا آیات میں اس نے روح القدس کا ذکر تک نہیں کیا۔ پھر دیکھو یسوع کی دعا۔ "اے باپ مَیں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تُو نے میری سُن لی" یوحنا ۱۱/۴۲ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسیح اپنی عبودیت خدائے قہار کے سامنے ظاہر کرتا ہے۔ کہ مَیں تو کمزور انسان ہوں۔ اور تیرے فضلوں کا شکر گذار ہوں۔ اسمیں مسیح اپنے فضل سے بھی انکاری ہے، چہ جائیکہ اُلوہیتِ روح القدس کا اقراری ہو۔ پھر مسیح کہتا ہے۔ کہ اے باپ مَیں چاہتا ہوں۔ جنہیں تُو نے مجھے دیا جہاں مَیں ہوں وہ بھی میرے ساتھ ہوں۔ تاکہ میرے

اس جلال کو دیکھیں۔ جو تُو نے مجھے دیا اور انہوں نے بھی جانا کہ تُو نے مجھے بھیجا۔ یوحنا ۱۷/۲۴ تا ۲۶ - یہاں پر "تُو نے مجھے دیا" "تُو نے مجھے بھیجا" پر غور کرو کہ ہمیں بھی روح القدس کا ذکر تک نہیں کیا نہ ہی اپنی بڑائی ظاہر کی ہے۔ پھر مسیح کہتا ہے کہ "لکھا ہے انسان صرف روٹی سے جیتا نہ رہیگا بلکہ ہر بات سے جو کہ خدا کے مُنہ سے نکلتی ہے" متی ۴/۴۔ یہاں بھی "خدا کے مُنہ سے" ہی کہا نہ کہ اپنے یا روح القدس کے مُنہ سے۔ پھر وہ کہتا ہے " وہ وقت آتا ہے بلکہ اب ہی ہے کہ سچے پرستار باپ کی پرستش روح اور سچائی سے کرینگے۔ کیونکہ باپ اپنے لیئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے" یوحنا ۴/۲۳۔ یہاں بھی "سچے پرستار" "باپ کی پرستش" اور "باپ اپنے لیئے ایسے ہی پرستار ڈھونڈتا ہے" پر غور کرو کہ مسیح نے اپنی آپ کا اور روح القدس کا ذکر تک بھی نہیں کیا۔ بلکہ مسیح خود باپ کی عبادت کرتا ہے اور کروانا چاہتا ہے،

اب اسکے بعد رسولوں کی تعلیم کو دیکھتے ہیں۔ کہ آیا کسی رسول نے بھی مسیح یا روح القدس کی عبادت کرنیکی تعلیم انجیل میں لکھی ہے یا نہیں۔ اسوقت کے تمام چرچوں کی بنیاد پولوس کے تیرہ خطوط پر بالعموم ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ پولوس نے اپنے ہر ایک خط کو کس کے نام پر شروع کیا ہے۔ آیا خدا باپ کے نام سے یا کسی اور کے نام سے۔

خط ۱۔ روم ۱/۱ "خدا کی اس خوشخبری کیلیئے مخصوص کیا گیا"

" ۲۔ ۱۔ کرنتھی ۱/۴ تا ۵ " میں تمہارے بارے میں خدا کے اس فضل کے باعث جو مسیح یسوع میں تم پر ہوا ہمیشہ اپنے خدا کا شکر کرتا ہوں"

" ۳۔ ۲۔ کرنتھی ۱/۳ تا ۴ " ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد جو رحمتوں کا باپ اور ہر طرح کی تسلی کا خدا ہے وہ ہماری سب مصیبتوں میں ہم کو تسلی دیتا ہے۔ تاکہ ہم تسلی کے سبب جو خدا ہمیں تسلی بخشتا ہے انکو بھی تسلی دے سکیں" یہاں بھی "خدا اور باپ کی حمد" "ہر طرح کی تسلی کا خدا" اور "تسلی کے سبب جو خدا ہمیں بخشتا ہے" یہ الفاظ قابل غور ہیں۔

" ۴۔ گلتیوں ۱/۴ تا ۵۔ "ہمارے خدا باپ کی مرضی کے موافق ہمیں اس موجودہ خراب جہان سے خلاصی بخشے۔ اسکی تمجید ابدالآباد ہوتی رہے"

"ہمارے باپ خدا کی مرضی کے موافق" اور "اسکی تمجید ابد الآباد تک ہوتی رہے" پر غور کرو۔

۵۔ افسی ۱/۳ "ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد ہو۔ جس نے ہم کو مسیح میں آسمانی مقاموں پر ہر طرح کی روحانی برکت بخشی۔

۶۔ فلپیوں ۱/۳ "میں جب کبھی تمہیں یاد کرتا ہوں۔ تو اپنے خدا کا شکر بجالاتا ہوں"

۷۔ کلسی ۱/۱ "پولوس کی طرف سے جو خدا کی مرضی سے مسیح یسوع کا رسول ہے"

۸۔ تسلو ۱/۲-۳-۴ "تم سب کے بارے میں خدا کا شکر ہمیشہ بجالاتے ہیں۔ اپنے خدا اور باپ کے حضور تمہارے ایمان کے کام اور محنت کی محبت اور اس امید کی خبر کو بلا ناغہ یاد کرتے ہیں۔ اے بھائیو! خدا کے پیارو! ہمکو معلوم ہے کہ تم برگزیدہ ہو"

۹۔ تمط۔ ۱ "پولوس کی طرف سے جو ہمارے منجی خدا اور ہماری امید گاہ مسیح یسوع کے حکم سے مسیح یسوع کا رسول ہے"

۱۰۔ ۲۔ تمط ۱/۱ "خدا کی مرضی سے یسوع مسیح کا رسول ہے"

۱۱۔ طیطس ۱/۱ "پولوس کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور یسوع مسیح کا رسول ہے"

۱۲۔ فلیمون ۴/۱ "ہمیشہ اپنے خدا کا شکر کرتا ہوں"

ان تمام مذکورہ بالا حوالجات میں پولوس نے اپنی تمام ضرورتوں کا حاجت روا خدا کو ہی ٹھہرایا ہے۔ نہ کہ روح القدس کو یا کسی اور کو۔

اب پولوس کے بعد پطرس کی تعلیم کی جانچ ضروری ہے۔ اب ہم پطرس کے عقیدہ کو دیکھتے ہیں۔ چنانچہ پطرس ۱/۲-۳ میں لکھا ہے "خدا باپ کے سابق علم کے موافق روح کے پاک کرنے میں فرمانبردار ہونے میں ہمارے خداوند یسوع مسیح کے باپ کی حمد ہو"

۲۔ پطرس ۱/۲ خدا اور ہمارے خداوند یسوع کی پہچان کے سبب فضل اور اطمینان تمہیں زیادہ ہوتا رہے۔

پولوس کی طرح پطرس نے بھی خدا کی فرمانبرداری کرنے اور اسکی حمد کرنیکا حکم دیا ہے۔ نہ مسیح کا یا روح القدس کا۔ اور شروع میں ہی خدا کا نام لکھا۔ یعنی خدا کے نام سے شروع کیا۔ نہ کہ روح القدس کے نام سے۔

تثلیثی مانتے ہیں۔ کہ روح القدس اور خدا باپ کے تشخصات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ مگر مندرجہ ذیل مقامات سے دو تشخصات نہیں بنتے۔ "خدا روح ہے۔ اور اسکے پرستاروں کا فرض ہے۔ کہ روح اور راستی سے پرستش کریں"۔ دیکھو "خدا روح ہے" سے روح اور خدا کو ایک ہی بتلایا گیا ہے نہ کہ علیحدہ علیحدہ۔ پھر دوسری طرف نگاہ کرو۔ کہ مقدس اتھانیسیس کا عقیدہ ہے کہ "اَب ابن روح القدس کی اُلوہیت ایک ہے۔ جلال برابر ہے۔ عظمت ازلی یکساں۔ جیسا اَبْ ہے ویسا ہی ابن اور ویسا ہی روح القدس"۔ ہدایت ۶-۷ ان ہدایات سے یہ امر کما حقہٗ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خدا باپ کے حق میں کفر کہنے والا روح القدس کا کفر گو بھی ہے۔ اور اسی طرح اقنوم ثانی کا بھی کافر ہے۔ "کیونکہ تینوں اقانیم ہمقدر ہیں" ہدایت ۲۶ لیکن اُدھر متی $\frac{12}{31}$ کہتا ہے "اس لئے مَیں تم سے کہتا ہوں۔ کہ آدمی کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائیگا۔ مگر وہ کفر جو روح کے حق میں ہو۔ معاف نہ ہو گا۔ جو کوئی ابن آدم کے حق میں بُرا کہے۔ اسے معاف ہو سکے گا۔ پر جو روح القدس کے حق میں بُرا کہے۔ اسے ہرگز معاف نہ ہوگا۔ نہ اِس جہان میں نہ اُس جہان میں" (دیکھو کفارہ باطل)

اب دنیا کے تمام تثلیثی پادری اسکی تفسیر کر کے دکھائیں کیوں روح القدس کو اقنوم ثانی پر ترجیح بلا مرجح دی ہے۔

پھر ۱-کرنتھی $\frac{3}{16}$ میں لکھا ہے "کہ خدا کی روح تم میں بستی ہے"۔ تو کیا پھر سب لوگ روح القدس ٹھیرے؟۔ پھر لکھا ہے "تیری روح سے کدھر جاوٗیں" زبور $\frac{139}{7}$ "اس نے اپنی روح سے آسمانوں کو آرائیش دی ہے"۔ ایوب $\frac{26}{12}$ - "پھر خدا کی روح نے مجھے بنایا ہے۔ اور قادر مطلق کے دم نے مجھے زندگی بخشی ہے"۔ عہد عتیق کی ان مذکورہ بالا آیات پر تدبر کرو۔ کہ یہ زبان تحریر سے کیا بتلا رہی ہیں۔

پھر مسیح کا یہ کلام کہ "خدا کی روح سے دیوؤں کو نکالتا ہوں"۔ متی $\frac{22}{12}$ - پھر اسکی متوازی آیت لوقا $\frac{11}{20}$ "خدا کی انگلی سے دیوؤں کو نکالتا ہوں"۔ اگر خدا کی انگلی اور خدا دو چیزیں ہیں تو خدا کی روح اور خدا بھی دو چیزیں ہوئیں اور اسکے تشخصات

بھی دو۲ ہوئے مگر ایسا ہرگز نہیں لکھا ہے۔ فرشتے نے جواب میں اس سے کہا۔ "کہ روح قدس تجھ پر اُتریگی اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا سایہ تجھ پر ہوگا" لوقا ۳۵/۱۔ یہاں روح قدس کو خدا کی قدرت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ کیا خدا کی قدرت اور خدا دو چیزیں ہیں؟ پھر بموجب اتھانیسیس کے عقیدہ ہدایت ۵-۴ ہم اقانیم کو تقسیم نہیں کرسکتے۔ مگر یوحنا ۳۴/۳ جہاں لکھا ہے۔ کہ کیونکہ جسے خدا نے بھیجا ہے وہ خدا کی باتیں کہتا ہے۔ اسلیئے کہ وہ روح ناپ ناپ کر نہیں دیتا۔ یہاں کیا کرینگے؟ پھر محبت کا تشخص دیکھو۔ ۱- کرنتھی ۱۳/۱-تا آخر کے رو سے محبت کا تشخص علیحدہ ہے اور فضیلت اسکی مسیحؑ کے اس قول سے سمجھ لو کہ خدا محبّت ہے۔ تو پھر کیا محبّت خدا ہوگئی؟ اور کیا خدا اور محبّت کے دو۲ جداگانہ تشخصات ہوئے؟ پس اسی طرح روح القدس خدا نہیں۔ پھر امثال ۸-۹ کے ابواب کو بغور پڑھو۔ پھر یہ مسلّمہ مسئلہ ہے۔ کہ ثلاثہ اقانیم میں کا ہر ایک اقنوم برابر ہے۔ جس پر کہ اتھانیسس کی بنیاد ہے۔ اب یوحنا ۱۴/۱۶ کیا ہوگا؟ جہاں مسیح کہتا ہے کہ روح القدس سے میرا جلال ظاہر ہوگا۔ اسلیئے کہ مجھسے ہی حاصل کرکے تمھیں خبریں دیگا۔ دیکھو یہاں روح القدس کا مرتبہ گھٹیل ہے۔ اسکی مثال انسان میں موجود ہے۔ دیکھو۔ ۱- کرنتھی ۶/۲۰ "کیا تم نہیں جانتے کہ تمھارا بدن روح القدس کا مقدس ہے۔ جو تم میں بسا ہوا ہے اور تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے۔ اور تم اپنے نہیں ہو۔" کیا اسمیں بدن۔ روح القدس۔ اور خدا تینوں ایک ہوئے؟ اب نقلی دلائل کے بعد میں صرف تین عقلی دلائل تحریر کرکے ختم کرتا ہوں۔

اوّل یہ کہ بعض کلیسیاؤں کے نزدیک ثلاثہ اقانیم میں کا ہر ایک اقنوم علیحدہ علیحدہ خدا نہیں۔ مگر ان تینوں کا مجموعہ خدا ہے۔ پھر تین نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔

**تنقید اوّل**۔ پہلے اور دوسرے عقیدہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کہتا ہے ثلاثہ اقانیم میں کا ہر ایک اقنوم جداگانہ خدا ہے۔ دوسرا کہتا ہے۔ جداگانہ ہر ایک اقنوم خدا نہیں بلکہ ثلاثہ اقانیم کے مجموعہ کا نام خدا ہے۔

**تنقید دوئم**:- یہ عقیدہ کہ ثلاثہ اقانیم کا ہر ایک اقنوم علیحدہ علیحدہ خدا نہیں مگر ان تینوں کا مجموعہ خدا ہے ثابت کرتا ہے کہ ہر سہ۳ اقانیم میں سے ہر ایک اقنوم

جداگانہ کوئی ہستی نہیں رکھتا۔ یعنی اَبّ خدا اکیلا خدا نہیں۔ ابن خدا اکیلا خدا نہیں روح القدس خدا اکیلا خدا نہیں۔ اور یہی ہمارا مطلب ہے کہ روح القدس اکیلا کچھ نہیں۔ اور یہی دلیل اسکی ابطال الوہیت کے واسطے کافی سے زیادہ ہے۔ پھر نامعلوم نفی کا مجموعہ اثباتی رنگ میں کس حساب کے قاعدہ کے رو سے مثبت کرتے وقت مثبت کا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ مثلاً -۱ -۱ -۱ + + -۱ کا نتیجہ نفی -۳ ہوگا نہ کہ مثبت +۳ - پھر اگر تثلیثی پادری صاحبان کے خیال کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ نتیجہ نفی کا مثبت پیدا ہوتا ہے تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہر ایک کل کا جزو بھی کل کے معنوں میں شمار کیا جاوے۔ مثلاً ایک چیز تین سیر ہے۔ اگر اسے علیحدہ علیحدہ برابر تین حصوں میں تقسیم کیا جاوے تو وہ ایک ایک سیر رہ جائیگا۔ نہ کہ پھر تین تین سیر۔ اس سے ثابت ہُوا کہ ثلاثہ اقانیم میں سے ہر ایک اقنوم جداگانہ خدا کی ہستی نہیں رکھتا۔ اسلیئے ماننا پڑیگا کہ روح القدس الوہیت سے خالی ہے۔

**تیسری تنقید۔** یونانی کلیسیاؤں کا عقیدہ ہے۔ کہ روح القدس اَبّ سے مستخرج ہے۔ اور فاضل اتھانیسس کا عقیدہ ہے۔ کہ روح القدس اَبّ اور ابن سے مستخرج ہے۔ یہ مسلّم امر ہے۔ کہ ہر ایک مستخرج اپنے مخرج سے نکلتا ہے۔ اس اصول کی بنا پر ہر ۳ اقانیم میں سے روح القدس اقنوم اوّل یا اقنوم اوّل و اقنوم دوئم کا مستخرج ہونیکی وجہ سے حادث ٹھیرا۔ پس جو حادث ہوتا ہے وہ فانی ہوتا ہے۔ اسلیئے روح القدس فانی ہوا۔ پس ہمارا مقصد حاصل ہو گیا ؛

**عبد العزیز**

## احمدی بھائیوں سے خطاب ۳

(خدائی فیصلہ)

اگرچہ میں نے اس مضمون کا عنوان احمدی بھائیوں سے خطاب ہی رکھا ہے مگر فی الحقیقت اسوقت میرا خطاب صرف احمدی بھائیوں سے ہی نہیں بلکہ میرا مخاطب

اسوقت ہر ایک انسان ہے خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا پیرو کیوں نہ ہو۔ کیونکہ مَیں اسوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ایسے نشان کا ذکر کرتا ہوں جو نہ صرف احمدیوں کیلئے ہدایت اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ تمام انسانوں کے لئے اسمیں ہدایت اور حصول ایمان کا سامان موجود ہے۔ اس مضمون کے دیکھنے سے نہ صرف احمدی بھائی یہ معلوم کر سکیں گے کہ جو واقعہ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو واقع ہوا اور جو درحقیقت کثیر حصہ جماعت احمدیہ کیلئے ایک امتحان کا دن تھا اُسکی نسبت اُنکے امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبل از وقت خبر دیکر یہ بتا دیا تھا کہ اس امتحان میں بعض لوگ پکڑے جائینگے اور بعض چھوڑے جائینگے۔ بلکہ غیر احمدی بھی اس واقعہ کی خبر حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں دیکھکر اس بات کا ایک زبردست ثبوت حاصل کرینگے۔ کہ جو کلمات حضرت مسیح موعودؑ نے اس واقعہ کے متعلق قبل از وقت شائع کیئے وہ کسی انسان کا کلام نہ تھا بلکہ اُس حکیم و علیم کا کلام تھا جو ہر ایک پوشیدہ بات کو جانتا اور ہر ایک آنیوالے واقعہ کی خبر رکھتا ہے پس مَیں اپنے احمدی بھائیوں سے تو یہ کہتا ہوں کہ اگر تم حضرت مسیح موعودؑ کو واقعی صادق اور راستباز مانتے ہو اور جو وحی اُسپر نازل ہوئی اُسکو درحقیقت اُسی خدا کا کلام یقین کرتے ہو جس نے قرآن شریف نازل کیا تو آؤ موجودہ نزاع میں مَیں خدا تعالیٰ کی توفیق سے تمہیں فیصلہ کی آسان راہ بتاتا ہوں۔ کیا تم خیال کر سکتے ہو کہ سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ایسا عظیم الشان واقعہ پیش آنیوالا ہو اور حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات میں اسکی خبر نہ پائی جاتی ہو؟ ضرور پائی جاتی ہے۔ اور صرف خبر ہی نہیں پائی جاتی بلکہ اس نزاع کے متعلق الٰہی فیصلہ بھی موجود ہے۔ ممکن ہے کہ تم ایک دوسرے کے دلائل کو قبول نہ کرو اور اُنپر سو سو اعتراض کر کے اُنکو رد کر دو۔ لیکن اگر امور متنازعہ فیہا میں تمہیں خود خدا کا فیصلہ ملجائے تو خواہ وہ فیصلہ تمھاری اپنی رائے اور سمجھ کے مخالف بھی ہو تمھیں وہ فیصلہ قبول کر لینا چاہیئے۔

اور غیر احمدیوں کو مَیں یہ کہوں گا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی ہستی کا ایک زبردست ثبوت تمھارے ہاتھ میں آجائے۔ اگر تم اس بات کا ثبوت چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ اب بھی اپنے نیک بندوں کو

کلام کرتا ہے جیسا کہ وہ گزشتہ زمانہ میں کلام کرتا تھا۔ اور کہ اب بھی وہ آنیوالے پوشیدہ واقعات کو اپنے مقربین پر کھول دیتا ہے جیسا کہ وہ پہلے کھولتا تھا اور کہ اب بھی وہ اپنے راستباز بندوں کی مدد اور تائید کرتا ہے جیسا کہ وہ پہلے کرتا تھا اور کہ حضرت مسیح موعودؑ واقعی خدا کے سچے رسول اور نبی تھے اور کہ سلسلہ احمدیہ کوئی انسانی سلسلہ نہیں بلکہ یہ ایک الٰہی سلسلہ ہے اگر تم ان سب باتوں کا بیّن ثبوت چاہتے ہو تو انصاف کے ساتھ ایک سچے طالب حق کی طرح ذیل کی سطور پر غور کرو۔

اس مضمون سے فائدہ اُٹھانے کے لیئے ایک شرط کی پابندی ضروری ہے وہ شرط کیا ہے۔ یہی کہ اللہ کے لیئے انصاف سے کام لو۔ ضد و تعصب کو چھوڑ دو حق کے طالب ہو کر اس مضمون کو پڑھو۔ تھوڑی دیر کے لیئے اس بات کو بھلا دو کہ تم کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔ اور حق کے قبول کرنیکے لیئے بالکل تیار ہو جاؤ۔ ذاتی جھگڑوں کو فراموش کر دو۔ بدظنی کو دل سے نکال دو۔ خدا کے فیصلہ کو سنو۔ خدا کے کلام پر کان رکھو۔ تم اپنے فیصلہ میں غلطی کھا سکتے ہو مگر خدا غلطی سے پاک ہے۔ خدا کے کلام کو اپنے خیالات کی چابی سے حل کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ خوفِ خدا کو اپنے دل میں جگہ دیکر اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھو اور اپنے سینوں کو ہر ایک خیال سے پاک کر کے سوچو کہ خدا کے کلام سے کیا ثابت ہوتا ہے۔

اب مَیں اُس وحی الٰہی کی طرف رجوع کرتا ہوں جسمیں ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کے واقعہ کی قبل از وقت خبر دی گئی۔ اور مَیں انشاء اللہ تعالیٰ اس بات کی پابندی کرونگا کہ کوئی بات اپنی طرف سے تجویز نہ کروں بلکہ جو بات صریحاً الہامات سے ثابت اور مستنبط ہوتی ہے اُسے ناظرین کے سامنے پیش کروں۔

۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو کیا واقعہ ہُوا؟ ایک بزرگ انسان اس جہان سے رخصت ہُوا۔ اور اُسکی وفات پر جماعت احمدیہ ایک بڑا امتحان میں ڈالا گیا۔ وہ امتحان امر خلافت کے متعلق تھا۔ ایک گروہ نے خلافت سے انکار کیا۔ دوسرے فریق نے خلافت کو قائم رکھا اور اہل بیت حضرت مسیح موعودؑ میں سے ایک شخص کو خلافت کیلیئے انتخاب کر کے

اُسکے ہاتھ پر بیعت کی۔ منکرین خلافت کا مرکز لاہور تھا۔ خلافت کی مخالفت کے ضمن میں اُنھوں نے ممبران اہل بیت کی بھی مخالفت کی اور اُنکے برخلاف اپنے آرگن میں مضامین مخالفانہ درج کیئے۔ (دیکھو پیغام صلح لاہور کے فائیل)

اب جب ہم حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات پر نظر کرتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کی وفات سے قریباً ساڑھے چودہ ماہ پیشتر مارچ کی اُسی تاریخ کو جبکہ خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی وفات کا حادثہ واقع ہوا اور جماعت کا ایک بڑا حصہ امتحان میں ڈالا گیا یعنی ۱۲۔مارچ ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعودؑ پر خدا کا کلام نازل ہوا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) لاہور میں ایک بے شرم ہے (۲) ویل لك ولا فكك (ترجمہ) اے مخالف تیرے پر لعنت اور تیرے جھوٹ پر (اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان ہر دو الہامات کا مصداق کون ہے) (۳) انی نعیت میں نے ایک شخص کی موت کی خبر دی (۴) انی انا اللہ لآ الہ الا انا (ترجمہ) مَیں ہی خدا ہوں میرے سوا اور کوئی خدا نہیں (۵) ان اللہ مع الصادقین (ترجمہ) خدا سچوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۶) ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائیں گے اور بعض چھوڑے جائینگے۔ (۷) انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ (۸) اعجبنی موتکم۔

ان الہامات میں جس واقعہ کی خبر دی گئی ہے وہ یقیناً وہی واقعہ ہے جو سال ۱۹۱۴ میں ۱۳۔مارچ کو ظہور میں آیا اور اسکے دلائل حسب ذیل ہیں:۔

اوّل۔ ان الہامات میں ایک امتحان کی خبر دی گئی ہے جسکی نسبت لکھا ہے کہ بعض اُس امتحان میں پکڑے جائینگے اور بعض چھوڑے جائیں گے۔ چنانچہ ۱۳۔مارچ کا دن واقعی بہتوں کے لیئے ایک امتحان کا دن تھا۔ اور بہت سے لوگ اس امتحان میں ڈالے گئے مگر بعض اس امتحان میں پڑنے کے بعد یعنی شکوک و شبہات میں مبتلا ہونیکے بعد پھر سنبھل گئے لیکن بعض سنبھل نہ سکے اور ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ پس خدا کا یہ کلام پورا ہوا کہ ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائینگے اور بعض چھوڑے جائینگے۔ ہاں ایک

تیسرا گروہ تھا جو خدا کے فضل سے اس امتحان سے مستثنیٰ رہا اور کسی شک و شبہ نے انکے دل میں جگہ نہ پائی۔

**دوسری دلیل** اس بات کی کہ ان الہامات میں ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کے واقعہ کی خبر دی گئی ہو یہ ہے کہ یہ وحی الٰہی ۱۳۔ مارچ کو ہی حضرت مسیح موعود پر نازل ہوئی۔ اس سے اس خیال کو اور بھی تقویت پہنچتی ہو کہ فی الواقع ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء والے امتحان کی ہی اس الہام میں خبر دی گئی تھی۔

**تیسرے**۔ انی نعیت کا الہام ہمارے خیال کی اور بھی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دن کسی بڑے انسان کی موت کا حادثہ بھی واقع ہوگا۔ پس ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقع ہونا اور آپکی وفات پر ایک امتحان کا ظہور میں آنا جس میں بعض پکڑے گئے اور بعض رہائی پا گئے۔ صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ فی الواقعہ یہ الہامات ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کے واقعات سے ہی تعلق رکھتے ہیں

ان اللہ مع الصادقین کا الہام اپنے اندر ایک خوشخبری رکھتا ہے۔ وہ خوشخبری کیا ہے؟ یہ کہ اس امتحان کی وجہ سے جماعت میں جو پھوٹ واقع ہوگی۔ اور احمدیوں میں جو دو فریق پیدا ہو جائینگے اُن میں ایک گروہ صادقوں کا گروہ ہوگا اور اُسکا نشان یہ ہوگا کہ خدا اُن کے ساتھ ہوگا۔ اس امر کی بحث کہ وہ سچا گروہ کونسا ہے اور احمدیوں کے ان دو فریق میں سے خدا کس کے ساتھ ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ آگے چلکر کرونگا۔ یہاں صرف اتنا ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان الہامات سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ اچھی راہ پر چل رہے ہیں اسلیئے دونوں کی امداد کرنی چاہیئے۔ خدا تو فرماتا ہے کہ امتحان میں ایک گروہ پکڑا گیا۔ پس ماخوذ گروہ کس طرح حق پر ہو سکتا ہے اور کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا کی رضا کی راہ پر چل رہا ہے پھر خدا فرماتا ہے ان اللہ مع الصادقین جس سے پایا جاتا ہے کہ ان دو فریق میں سے ایک فریق صادقین کا ہوگا اور خدا اُسکے ساتھ ہوگا۔ پس دونوں گروہ صادق نہیں ہو سکتے اور ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ وہ سچے گروہ کو تلاش کرے۔ دونوں کو

سچا سمجھکر اپنے دل کو تسلی نہ دیدے۔

ایک اور قرینہ اس امر کا کہ ان دو گروہ میں سے صرف ایک ہی حق پر ہے یہ ہے کہ انہی الہامات میں جو ۱۳۔ مارچ کو نازل ہوئے اور جن کو میں اوپر نقل کر چکا ہوں ایک الہام یہ ہے اعجبنی موتکم یعنی تمہاری موت نے مجھے تعجب میں ڈالا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ ان میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو خدا کے نزدیک مر چکا ہے۔ اور خدا کے علم میں ۱۳۔ مارچ کو وہ مُردوں میں شامل ہو گیا۔ پس ایسی صورت میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ہم دونوں گروہ کو اچھا سمجھتے ہیں۔ خدا کے نزدیک ایک گروہ یا وہ جنہوں نے ایسے گروہ کی بنیاد ڈالی ۱۳۔ مارچ کو روحانی طور پر مر گئے پس تم اُنکو تلاش کرو جو سادقین کا گروہ ہے اور جو خدا کے نزدیک زندہ ہے اور جو روحانی موت مر چکے اُن سے دُور رہو۔

اس امر کی تائید کہ ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو واقعی بعض لوگ خدا کے نزدیک مُردوں میں داخل ہو گئے ایک احمدی کے ایک الہام سے بھی ہوتی ہے جو ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کے دن قادیان میں تھا مگر جو بوجہ بیماری کے ایک مکان میں پڑا ہوا تھا اور اُسکو مسجد نور کے واقعات کی خبر نہ تھی اس احمدی کو (عین اُسوقت جبکہ مسجد نور میں وہ واقعہ وقوع میں آیا جس کا علم تمام احمدی اصحاب کو ہے) ایک فریق کے ایک لیڈر کے بارہ میں الہام ہوا کہ وہ مر گیا۔ چونکہ یہ الہام خدا تعالیٰ کے اُس یقینی کلام کے جو حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوا مطابق ہے اسلیئے اسکو بھی صحیح ہی تسلیم کرنا پڑیگا۔ غرض اسمیں کچھ شک نہیں کہ خدا کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۳۔ مارچ ۱۹۱۴ء کو بعض آدمی خدا تعالیٰ کے نزدیک روحانی موت مر گئے اور وہ ایسے لوگ ہیں جن کی یہ موت ایک تعجب انگیز امر ہے۔ کیونکہ خدا کے الہام میں تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ خدا خود فرماتا ہے اعجبنی موتکم۔ یعنی مجھے تمہاری موت سے تعجب آتا ہے۔ اس الہام سے ظاہر ہے کہ وہ مرنے والے ایسے آدمی ہونگے جن کی موت پر لوگ تعجب کرینگے اور کہیں گے کہ ایسے آدمی کس طرح مر گئے اور بعض تعجب کی وجہ سے اُنکی موت پر باور بھی نہیں کرینگے۔

ہاں۔ انہی الہامات سے یہ بھی ثابت ہے کہ اس الہام کا اہلبیت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ انہی الہامات میں سے ایک وہ الہام ہے جس میں اہل بیت کو تطہیر کی بشارت دی گئی۔ یہ وہی الہام ہے جو قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے حق میں بھی آیا ہے پس اس بشارت میں اہل بیت مسیح موعود ؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ شریک کیئے گئے ہیں۔ یہی الہام اُن الہامات میں بھی شامل ہے جنمیں حضرت مسیح موعود ؑ کی وفات کا ذکر ہے اور اس الہام کے ذریعہ اہل بیت کو صبر سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسی طرح اس اختلاف کے موقعہ پر بھی یہی الہام ہوا جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس اختلاف کی وجہ سے ایسے امور پیش آئینگے جو دل کو دکھانے والے ہونگے مگر اہل بیت کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ رنج دہ باتوں پر صبر کریں صبر کا نتیجہ اُنکے لیئے اچھا ہوگا اور صبر اُنکے لیئے تطہیر کا موجب ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پیغام صلح میں اور گمنام ٹریکٹوں میں خاندان حضرت مسیح موعود ؑ کی مخالفت کی گئی اور اُنکے حق میں ایسے الفاظ استعمال کیئے گئے جو دُکھ دینے والے تھے۔ انکی تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود ؑ کے خاندان نے ان باتوں کو سُنکر اور پڑھکر صبر کیا۔ فجزاھم اللّٰہ خیرا۔ غرض یہ الہام تبلا رہا ہے کہ اعجبتنی موتکم کا الہام اہل بیت سے کچھ تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ دوسرے فریق کے بعض ممبروں کی نسبت ہے جنکی روحانی موت لوگوں کو حیرت میں ڈالدیگی یہاں تک کہ بعض اس بات کے قبول کرنے کے لیئے بھی تیار نہ ہونگے کہ ایسے آدمی بھی ایسی غلط راہ اختیار کر سکتے ہیں جو حق سے دُور اور تباہی اور روحانی موت کی راہ ہو۔ اور تعجب نہیں کہ ان الہامات میں جو انی نعیت کا الہام ہے اسمیں ان لوگونکی اس روحانی موت کی طرف بھی اشارہ ہو۔ (باقی آئندہ)

# اہلِ مغرب کی بیداری

نہایت شکر اور خوشی کا مقام ہے۔ کہ مغربی دنیا کو رفتہ رفتہ اس بات سے آگاہی ہوتی جاتی ہے۔

کہ انسان صرف روٹی پر ہی نہیں جیتا۔ فی زمانہ بڑی سرعت کے ساتھ لوگوں کو اس بات کا علم ہوتا جاتا ہے۔ کہ آخر کار بنی نوع انسان کی نجات تجارت کے نشوونما یا جنگی طاقت کی بڑھوتی پر موقوف نہیں۔ اور کروڑوں انسانوں کے دلوں میں آجکل مذہبی ولولہ اس بزور تحریک کے ساتھ جوش مار رہا ہے۔ جس کی نظیر اس سے پہلے زمانوں میں کبھی نظر نہیں آتی۔ جارج لینسبری صاحب کا قول ہے۔ کہ عیسائیت کی تاریخ میں کوئی وقت ایسا نہیں گذرا جبکہ لوگوں نے پیغام حق سُننے کے لیئے اسقدر تمنا ظاہر کی ہو۔ جتنی کہ آجکل کر رہے ہیں۔ رسالہ ہبرٹ جرنل کے جنوری ۱۹۱۵ء کے نمبر میں ایک بڑا دلچسپ آرٹیکل شائع ہوٗا ہے۔ جس کا عنوان ہے۔ "مزدوروں کی تحریک میں نئی روح" اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان دنوں کلیسیا کی ہستی کے باوجود جمہوریت کس حد تک مذہب عیسوی کے معیار قدیم کی طرف واپس آرہی ہے۔ اور مزدوری پیشہ جماعتوں میں "مزدوروں کی تحریک" کسقدر کامیابی کے ساتھ روحانی زندگی کو بیدار کر رہی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ "سوشلزم کے بڑے بڑے حامی ایک عرصے سے اس بات کی دریافت میں لگے ہوئے ہیں۔ کہ نیچر کے پسِ پُشت ایک طاقت ہے۔ جو اگرچہ نظر نہ آئے۔ مگر محسوس ضرور ہوتی ہے اور موت سے پرے ضرور کوئی شئے موجود ہوگی۔ وِالّا ہماری زمینی زندگی محض تضیع اوقات ہے"

یہ صحت بخش تبدیلی جو لوگوں کے خیالات میں واقع ہو رہی ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ لوگوں کو کسی نہ کسی طرح یہ بات سمجھ میں آگئی ہے۔ کہ کلیسیاؤں کا وجود مذہب کی خاطر ہوتا ہے۔ نہ کہ مذہب کا وجود کلیسیاؤں کی خاطر۔ انہوں نے یہ بھی سمجھ لیا ہو کہ کلیسیا بمع اپنی مستقل تعلیم گاہوں کے نمودار شکل میں عیسائیت کا نام ہے۔ نہ کہ خود عیسائیت۔ پس جب لوگوں میں یہ قابلیت پیدا ہو جائے گی۔ کہ وہ علامت اور شے معلوم میں تمیز کر سکیں گے۔ تو انکی وہ دلچسپی جو انکو کلیسیا کے ساتھ ہے۔ کلیسیا سے تبدیل ہو کر مذہب کی جانب اور بحث عقائد سے تبدیل ہو کر زندگی کی طرف منتقل ہو جائے گی فی الحقیقت مغرب میں آجکل یہی صورت حال ہے۔ محولہ بالا مضمون میں جس لائق مصنف کا ذکر کیا

گیا ہے۔ "وہ مزدوروں کی تحریک" کا ذکر کرتے کرتے لکھتا ہے۔ "پس معلوم ہوا۔ کہ مزدوروں کی تحریک کلیساؤں کے پاس سے تیزی کے ساتھ گذر رہی ہے اور انکی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔ اپنے بھاری بھرکم سوالات کو خود بخود حل کر رہی ہے کلیساؤں کی امداد کی اسے ذرا پرواہ نہیں۔ اسکے اپنے غیر پادری واعظ لوگوں میں عیسائیت کو از سرِ نو زندہ کر رہے ہیں۔ اور یہ سب کچھ بجنسہٖ اسی طرح ہو رہا ہے۔ جس طرح اوائل زمانِ عیسائیت میں ہوا تھا"۔

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ "مزدوروں کی تحریک" کلیسائی زندگی سے علیحدہ رہنے کے باوجود عیسائی زندگی کا نباہ کر رہی ہے۔

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ کیا سچ مچ مذہبی زندگی کلیسائی زندگی سے علیحدہ رہکر ممکن ہو سکتی ہے۔ اس سوال کا جواب مختلف لوگ اپنے اپنے خیالات کے مطابق دینگے۔ رومن کیتھولک تو یہ کہیں گے۔ کہ کلیسیا کے وجود کے ساتھ خدا کی مرضی ظاہر ہوتی ہے۔ انکے نزدیک تو کلیسیا سے علیحدہ رہکر سچی روحانی زندگی ممکن ہی نہیں۔ رہے پروٹسٹنٹ سو وہ اناجیل کی تفسیر میں وسعتِ معانی کے بہت کچھ قائل ہیں۔ اور عیسائیت کے بطن پر زور دیتے ہیں۔ مگر وہ بھی کلیسیا کے مسائل کو اصلی روحانی زندگی کے لیئے واجب اور فرض قرار دیتے ہیں۔ ہم سے پوچھو۔ تو ہم یہی کہیں گے۔ کہ مسیحؑ کی ضروری تعلیمات کو چھوڑ کر کلیسیا نے جسقدر عجیب وغریب اصولوں پر زور دیا ہے۔ روحانی زندگی کے لیئے اس کا وجود اتنا ہی ہوّا ثابت ہوا ہے۔ رسومات ایسی بُری بلا ہیں۔ کہ ان سے روح کے نو بہار گلزار پر خزاں آجاتی ہے اور سچے دین کے ابتدائی اصول مردہ مسائل کے نیچے دب کر رہ جاتے ہیں۔ جس شخص کے دل میں دیدارِ الٰہی کی تڑپ ہے۔ اس کا دل چند ایک خشک مسائل اور رسومات کو اختیار کر کے کس طرح امن و قرار پا سکتا ہے۔ وہ غریب روٹی مانگتا ہے اور تم ہو۔ کہ اس کے سامنے سنگریزے رکھتے ہو۔ پھر اسکی بھوک دُور ہو تو کیونکر؟

تاہم اس بات کے تسلیم کرنے سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ ریفرمیشن٭ نے

٭ یعنی وہ اصلاح کی تحریک جو سولھویں صدی عیسوی میں رومن کیتھولک مذہب کے برخلاف شروع ہوئی تھی

رد من پادری پرستی کے مکر اور جھوٹ کی قلعی کھولکر نوع انسان کی بڑی بھاری خدمت کی ہے۔ اور دنیا کو دکھا دیا ہے۔ کہ سچا دین اِس کا نام ہے۔ کہ انسان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کا انسان کے ساتھ براہِ راست تعلق پیدا ہو جائے۔ دوسری بات یہ بھی ثابت ہو گئی۔ کہ متکبر پادری کی مداخلت سے رُوح کی حرکات رُک جاتی ہیں۔ لوتھر کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ افرادِ انسانی جن رسومات اور پادریوں کے ہتھکنڈوں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ رہا ہو گئے۔ اور یہ بات مسلّم قرار دیگئی۔ کہ ہر انسان کو خدا کے ساتھ براہِ راست رفاقت کا حق حاصل ہے۔ اور کبھی اس سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ بلا شبہ یہ ایک بھاری کامیابی تھی۔ تاہم اس امر میں کلام ہے۔ کہ آیا لوتھر متلاشی حق کی راہ سے تمام روکوں کو دُور کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ معترض کہ سکتا ہے۔ کہ جس غلطی سے لوتھر کیتھولک مذہب کو نکالنا چاہتا تھا۔ کیا وہ خود اسی قسم کی غلطی کا شکار نہیں ہو گیا۔ (خواہ وہ غلطی کسی قدر اختلاف کے ساتھ ہی ہو)



بہت سی علماء کی یہ رائے ہے۔ کہ پادری پرستی کا زور توڑتے توڑتے لوتھر نے ایک اور قسم کا تحکم عیسائی مذہب میں لا داخل کیا۔ ریوڈلف یوکن صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "جن خیالات کو لوتھر نے کسی قدر ترمیم شدہ صورت میں اپنے نظام خیال میں داخل کیا تھا۔ خارجی طور سے اس نے انہی خیالات پر حملہ کر دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسکی تاریخی پوزیشن نے ایک متضاد وضع اختیار کر لی ہے۔ اس کا مقصد تو یہ تھا۔ کہ خلقِ خدا کو کلیسیا کے بیجا تحکم سے آزاد کرے۔ مگر وہ اس بات پر مجبور ہُوا۔ کہ ایک اور قسم کے تحکم کو رواج دے۔ اسکی خواہش تو یہ تھی۔ کہ ہر قسم کی ذہنیّت یعنی عقلی استدلال سے قطع تعلق کر لیا جائے۔ لیکن اس تحریک کا خاتمہ اس نے ایک اور قسم کی ذہنیّت کے ساتھ کیا۔ کیونکہ ذکر و فکر کی بجائے لوتھر نے تاریخی واقعات کے علم کے حصول کو ضروری ٹھہرایا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ لوتھر کے ساتھ کلیسیا اس مقام پر پہنچ چکا تھا۔ کہ اسکو افضل طور سے "مسائل کی السوسی ایشن" کہ سکیں۔ یا محض الفاظ کا ایک سکول۔ عیسائی لوگوں کی یہاں وہی مثال ہوئی۔ کہ آسمان سے گرے اور کھجور پر آٹکے۔

پس ثابت ہؤا۔ کہ پروٹسٹنٹ کلیسیا بھی اپنے ممبروں کے لیئے بعض شرائط پر بے چون و چرا ایمان لانا ضروری سمجھتا ہے۔ بعض مسائل مذہبی مثلاً الوہیت مسیح۔ کفارہ اور تثلیث اور بعض دیگر رازہائے سربستہ کے متعلق یہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کہ وہ خارج از مباحثہ ہیں۔ اور نجات اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ کہ ان مخفی امور کو اندھا دھند مان لیا جائے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس قسم کے دماغی تحکم کا نتیجہ کیا ہؤا؟ کلیسیا کے اندر ریاکاری اور منافقت پھیل رہی ہے۔ اور ریاکاری سے آگے دہریت تک صرف ایک ہی قدم ہے۔ ہزارہا انسان ایسے موجود ہیں۔ جو ان ضروری مسائل پر ایمان نہیں لاتے اور نہ لا سکتے ہیں۔ مگر یہ لوگ کھلم کھلا اپنے عقائد کو ظاہر نہیں کرتے۔ کیونکہ خوف ہے۔ کہ انہیں ملحدوں کی سزا دی جاویگی یا شاید یہ بات ہو۔ کہ وہ لوگ مفت کا دردسر خریدنا نہ چاہتے ہوں۔

ہاں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جنکے دلوں اور دماغوں میں تیز مصالحہ لگا ہے۔ ایسے لوگ جب تک اپنے نفس میں یکرنگی نہ پیدا کر لیں۔ انہیں باطنی آرام کبھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ ہرگز اس امر کو برداشت نہیں کر سکتے۔ کہ کلیسیا میں اپنی منافقانہ پوزیشن کو نباہے جائیں۔ بلکہ وہ خوشی خوشی کلیسیا سے اپنا تعلق قطع کر لیتے ہیں۔ ملک جرمنی میں فی زمانہ واقعی طور پر ایک اسی قسم کا سلسلہ قائم کیا گیا ہے۔ اس کا نام ہو آسٹرٹس میوگنگ۔ اس کے قیام کا مدعا یہ ہے۔ کہ ان لوگوں کو جو پرشن اسٹیٹ چرچ (پرشا کا سرکاری کلیسیا) کے مسائل کو قبول کرنے سے جواب دے گئے ہوں۔ اس امر پر برانگیختہ کیا جائے۔ کہ وہ کلیسیا مذکور سے اپنا تعلق منقطع کر لیں" اس سلسلے کے مؤید آسٹولڈ ہیکل۔ اور ڈریوز جیسے پروفیسر ہیں اور وہ جلد جلد* ترقی کر رہا ہے۔

* حاشیہ۔ ملاحظہ ہو آرٹیکل "مذہبی عقائد۔ ملحدوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سزا دینا۔ اور جرمن پروٹسٹنٹوں کی مذہب سے علیحدگی" مطبوعہ رسالہ ہبرٹ جرنل بابت ماہ جولائی ۱۹۱۴ء۔ اس آرٹیکل میں بعض دلچسپ شمار و اعداد دیئے گئے۔ یکم جنوری ۱۹۰۸ء سے لیکر اسوقت تک اکیلے جرمن شہر میں ۳۱۹۶۷ پروٹسٹنٹ ۵۰۲۹ رومن کیتھولک اور ۱۹۶ یہودیوں نے کلیسیا سے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا ہے۔ مؤلف رسالہ نے تعزیر ملحدوں کے بعض واقعات کا بھی ذکر کیا ہے۔ ۱۹۱۱ء میں ڈاکٹر کرل جتھو آدکولون

حقیقت میں اس قسم کی تحریک کی بنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ انسان کی زندگی کا مدار سدا قصے کہانیوں پر نہیں رہ سکتا جب خود کلیسیا اپنی ہستی کی بنیاد مسائل و قواعد پر رکھتا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ آپ اپنا دشمن ہے۔ اور جس مذہب کے فوائد کی حفاظت و حمایت کا اس نے بیڑا اُٹھایا ہے۔ اسی کی زندگی کو جوکھوں میں ڈال رہا ہے۔ جب کلیسیا میں پُر تحکم مسائل اور اصولوں کا دور دورہ ہو۔ پھر اصل مذہب کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ ایسی باتیں متلاشی حق کے راستے میں روک ہو جاتی ہیں اور خدا کے جلال کے منظر کو دھندلا کر دیتی ہیں۔

ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ روحانی ترقی کی ابتدائی منازل میں کلیسیا کے مسائل سود مند ہوتے ہیں۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اس بحث میں کہ "خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیئے اولاً ضروری ہے۔ کہ ہم آدمیوں اور کلیسیا پر اعتماد کریں" کچھ نہ کچھ حق ضرور ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ ان مسائل پر اعتقاد رکھے بغیر روحانی زندگی ممکن ہی نہیں۔ تو یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ جب پادری لوگ مسیح کی اعلیٰ تعلیمات کی بجائے سارا زور کلیسیا کے مسائل ہی پر دیتے ہوں تو ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ اس کا نوٹس لے۔ حقیقت الامر یہ ہے۔ کہ اگر کوئی عیسائی اپنے مذہب کی ہدایات کے خلاف رویہ رکھتا ہو۔ تو عموماً اس سے درگذر کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ وہ پادریوں کے مقرر کردہ مسائل پر ایمان رکھتا ہو۔ لیکن اگر کوئی ان مسائل کے ماننے سے انکار کر دے۔ تو اس پر الحاد کا فتویٰ لگ جاتا ہے۔ خواہ وہ مسیح کی تعلیم پر کتنا ہی کاربند ہو۔ افسوس کلیسیا کے عہدیدار اس بات کو نہیں دیکھتے کہ کسی شخص کا خدا تعالیٰ کے متعلق خشک قواعد اور مردہ اصولوں کے مجلدات پر ایمان لانا کچھ بھی قیمت نہیں رکھتا۔ اس سے تو ملحد ہونا ہزار درجہ بہتر ہے۔ وہ اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ روحانی ترقی کی منازل میں سے ایک منزل وہ بھی ہے۔ جہاں پہنچکر ہمیں صرف اس بات کی پروا ہوتی ہے۔ کہ ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھیں۔ اور اس بات کی ذرا پروا نہ کریں۔ کہ کلیسیا نے کیا کیا احکام نافذ کئے ہیں۔ ایک مدت کے بعد ہم منزل مسائل سے گذر جاتے ہیں اور پھر دینی محبت ہماری غذا ہماری پوشاک اور

ہمارا سانس جسپر ہماری زندگی کا مدار ہے۔ بنجاتی ہے جسقدر جلد کلیسیا اس صداقت کو سمجھ لیگی اتنی ہی جلدی ملحدوں کی سزاؤں میں کمی ہوتی جائے گی اور دین الحق ترقی کریگا۔ کیا معنے مسائل کا زور کم ہوجائیگا اور روح کی آزادی میں ترقی واقع ہوگی۔ ایک مسیحی مصنف کی مندرجہ ذیل عبارت کس مزے کی ہے (ملاحظہ ہو۔ کتاب "عیسائی روح کا علم النفس" مصنفہ جارج سٹیوں ایم۔ اے صفحہ ۲۸۳)

"ریفرمیشن یہ مسئلہ ہمیں ترکے میں چھوڑ گئی ہے۔ کہ ہر عیسائی مرد خواہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ ازلی ابدی خدا سے براہِ راست رشتہ پیدا کر لیتا ہے۔ جو کچھ کسی نے اپنی طرز پر سیکھا ہے۔ اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ اور یہ حق کبھی ایک آن کے لیئے بھی اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنے تجربہ کی ترجمانی کر سکتا ہے۔ اور امکان کے طور پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ انسانوں کی معرفت کو بھی ترقی دے سکتا ہے۔ انسان کی زندگی کا مدار کلیسیا پر نہیں۔ بلکہ خدا پر ہے۔ زندگی یہی ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ انسان کا گہرا تعلق قائم ہوجائے۔ پھر چونکہ ہم خدا تعالیٰ کے حضور باریاب ہوچکے ہیں اور دوسرے لوگوں کو اس کا علم نہیں۔ اس لیئے ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ اجازت نامہ مل گیا ہے۔ کہ جو کچھ ہم نے سیکھا اور جانا ہے۔ لوگوں کے پاس اس کا ذکر و اذکار کریں۔"

اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے۔ کہ جس طرح پروٹسٹنٹ مذہب نے ترجمانی خیالات کی آزادی کو تسلیم کیا ہے۔ اس طریق سے انسانی دماغ پر جور و تعدی کرنیکی کچھ نہ کچھ گنجائش پھر بھی باقی رہ جاتی ہے۔ یہ طریق مسئلہ متنازعہ فیہ کا کامل حل نہیں ہے۔ یہ تو ایک مصالحت ہوئی۔ ہمارے اور خالقِ کون و مکان کے درمیان جو دیوار حائل ہے۔ اس طریق سے اتنا ہوا۔ کہ اس دیوار پر چڑھنے کے لیئے ہمیں ایک سیڑھی مل گئی ہے۔ مگر دیوار وہیں کی وہیں موجود ہے۔ جو خدا کے دیدار سے ہمیشہ ہمیں روکتی رہے گی۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ پروٹسٹنٹ مذہب نے اپنے متبعین کے واسطے خدا کے حضور براہِ راست حاضر ہونے کا جو حق حاصل کیا ہے۔ احکام و مسائل اسکو غصب کر لینے کی دھمکی دیتے ہیں اور ترجمانی خیالات کی آزادی سے کلیسیا کو مسائل و احکام سے جو تعلق ہے۔ وہ کم

نہیں ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جوشیلی روحیں اس کوشش میں لگی ہیں۔ کہ خدا کے قرب کی دوسری راہیں تلاش کریں۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ جب تک ہم اپنے حواس باطنی پر درستی کے رنگ ہم کلیسیا کے مسائل واحکام کو مان نہیں سکتے۔ اس طرح یا تو وہ کلیسیا سے اپنا تعلق منقطع کر لیتے ہیں۔ یا اگر وہ ایسے ہی خوش قسمت ہوں۔ کہ انکو کوئی ایسا مذہب ملجائے۔ جو پراسرار مسائل کی بھول بھلیوں میں انہیں نہ لیجاتا ہو۔ جو انکی روحانی غذا کے لئے کافی سامان بہم پہنچاتا ہو۔ اور جو خدا کے حضور حاضر ہونے کے قابل بناتا ہو۔ تو پھر وہ ایسے مذہب کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور خدا کی طرف اطمینان اور خوشی کے ساتھ بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اس شق کے متعلق ایک نومسلم کے خیالات کا مطالعہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔ جس نے حال ہی میں دین اسلام کو قبول کیا ہے اور وہ وجوہات بیان کی ہیں۔ جنکی وجہ سے اس نے اپنے آبائی مذہب کو خیر باد کہا۔ وہ فرماتے ہیں :۔

"یوں تو میں عنفوانِ شباب ہی سے خدا کے فضل وکرم کا بدرجہ غایت شکر گذار رہا ہوں تاہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کہ پچھلے چند سال کے دوران میں جب سے مسلمانوں کے پاک اور حجت تمام کر دینے والے دین نے میرے دل و دماغ پر ایک حقیقی اثر ڈالا ہے اس وقت سے مجھے وہ خوشی اور امان حاصل ہوا ہے۔ جو آجتک مجھے کبھی بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ عیسائی کلیسیاؤں کی مختلف شاخوں کے گوناگون مسائل واحکام سے آزاد ہو کر میرے دل کو وہ خوشی پہنچی جو سمندر کی پاک وصاف ہوا کے جھونکے سے پہنچتی ہے۔ پھر جب وقت مجھے اسلام کی سادگی اور نورانی شان وشوکت معلوم ہوئی۔ تو میں نے خیال کیا۔ کہ میں ایک تاریک سرنگ سے نکلکر سورج کی روشنی میں آنکلا ہوں"

مگر اس قسم کی دلیری کے قدم صرف پر جوش روحیں ہی اٹھا سکتی ہیں۔ یہ وہ روحیں ہوتی ہیں۔ جو اس وقت تک کہ خدا کے ساتھ انکا معاملہ درست نہ ہو جائے۔ خوش نہیں ہو سکتیں۔ جو آدمی اس قسم کی لیاقت رکھتے ہیں۔ انکے نزدیک مذہب ایسا مضمون نہیں۔ کہ آرام کرسی پر بیٹھے بیٹھے مطالعہ کر لیا۔ یا اسے علمی بحث کا ایک ذریعہ سمجھا۔ بلکہ یہ تو زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اس مضمون پر اس فیصلے کا مدار ہے۔ جس پر ہماری آیندہ کی خوشی یا غم کا

انحصار ہے۔ جس شخص کی رگوں میں کچھ بھی عزت کا خون دوڑتا ہے۔ وہ کبھی مذہب کے ساتھ استہزا نہیں کرتا۔ برعکس اسکے وہ بڑے ادب کے ساتھ مذہب کے قریب آتا ہے۔ اور اپنی عقل خداداد اور نصرت الٰہی کے بل پر جسے وہ بلاناغہ دعاؤں کے ذریعے طلب کرتا رہتا ہے۔ حق کی جستجو میں سرگرم رہتا ہے۔ کئی کئی دن فکر اور تذبذب میں گذر جاتے ہیں۔ ایک وقت وہ مصفّا یقین کی بلندی پر پہنچتا ہے۔ تو دوسرے وقت شکوک کے قعر عمیق میں غرق ہو جاتا ہے۔ کبھی امید اسکو اونچا ابھارتی ہے۔ کبھی یاس گہرے سمندر میں غوطہ دیتی ہے۔ اسی طرح وہ اس پہاڑ پر انچ انچ کر کے چڑھتا جاتا ہے۔ یہانتک کہ خدا کا فضل اسکی دستگیری کر کے اسکو ایسی معرفت سے بہرہ ور کرتا ہے۔ جس کا اسکو وہم بھی نہیں ہوتا۔ اس مقام پر خدا کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ اسکی غذا ہو جاتی ہے اور محبت کے ساتھ خدا پر توکل کرنا اسکی روحانی شفا۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ ایسے قوی دل آدمی تھوڑے ہوتے ہیں۔ مگر زمین کی زندگی کا لطف انہی کے ساتھ ہے ؎

زیر پاکن دلبرانِ ایں جہان ۔۔۔ تا نماید چہرہ آں محبوب جان

سالہا باید کہ خونِ دل خوری ۔۔۔ تا بکوئے دلستانے رہ بری

کے بآسانی رہے بکشایدت ۔۔۔ صد جنوں باید کہ تا ہوش آیدت

(از براہین احمدیہ)

یہی لوگ اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ انکی ولایت سے خلقت کو بہتیرے فائدے پہنچتے ہیں سلطنت کے نقطۂ خیال سے بھی ان کا وجود منفعت بخش ہوتا ہے۔ گو انکی تعداد تھوڑی ہوتی ہے۔ تاہم ان آدمیوں کے وجود سے دنیا زیادہ آسودہ اور بہتر حالت میں ہو جاتی ہے۔ وہ عادات و خصائل کا اعلیٰ نمونہ دکھاتے ہیں۔ جسکی اگر ہم تقلید کریں۔ تو اپنے آپ کو اور نیز اس سوسائٹی کو جنکے ساتھ ہم متعلق ہیں۔ بہت کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ ولیم جیمز صاحب ایک لائق مصنف اپنی تصنیف ”رنگارنگ کے مذہبی تجربات“ میں یوں رقمطراز ہیں:۔

”جب سے ہم نے پادریوں کے معیاروں کو ترک کر کے مذہب کو عقل عامہ اور طریق تجربہ کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کیا ہے۔ اسی وقت سے مذہب نے تاریخ کے اوراق میں ایک اعلیٰ معراج

ہر جگہ پائی ہے۔ اقتصادی طور پر اگر دیکھا جائے۔ تو ظاہر ہوگا۔ کہ وہ اوصاف جو صلحاء اولیا میں پائے جاتے ہیں۔ انکا وجود دنیا کی بہبودی کے واسطے ازبس ضروری ہے بڑے بڑے اولیاء فوری کامیابیاں ہیں۔ چھوٹے اولیاء اور کچھ نہیں۔ تو ان کامیابیوں کی خوشخبری لانیوالے تو ضرور ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ وہ اس سے بہتر ارضی سلسلے کے لیئے مصالح دار خمیر کا کام دیں۔ بہرحال اگر ممکن ہو۔ تو ہمیں اولیاء بننا چاہیئے خواہ ظاہری اور دنیاوی طور پر ہم کامیاب ہوں یا نہ ہوں"

اس قسم کی ولایت جس کا ذکر جیمز صاحب نے کیا ہو۔ مذہب کو معنی خیز بنا دیتی ہے۔ اس سے مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارے نفس میں ایک کامل تبدیلی پیدا ہو جائے۔ یعنی ہمارے قلب پر ایک نئی کیفیت وارد ہو جائے۔ جب اس طرح ہم اپنے قلب کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ کہ آسمان کا نور سیدھا آکر اسمیں داخل ہو۔ تو اوصافِ اولیاء یعنی سخاوت۔ طہارت شجاعت۔ توکل۔ اطاعت پھول کی طرح ہمارے اندر شگفتہ ہو جاتی ہیں۔

اگر کلیسیا کی مسائل بندی آسمانی نور کو رد کرے۔ تو ان اوصاف کا شجر جو سوسائٹی کی بہبودی کے لیئے اسقدر ضروری ہیں۔ مرجھانے اور کملانے لگ جاتا ہے۔ غرضیکہ مسائل کے گورکھ دھندے میں پڑ کر کلیسیا اپنے پاؤں آپ کلہاڑی مار رہا ہے۔ لیکن اگر یہ مسائل بندی کو چھوڑ بھی بیٹھے۔ (اور یہ بات شاذ و نادر ہی ہوتی ہے) تب بھی وہ ایک ایسے آمر کی طاقت کو تسلیم کرتا ہے۔ جسکا حکم مسائل بندی کے تحکم سے کچھ کم نہیں۔ بلکہ یہ حکم ایسا کڑا ہے کہ قوی سے قوی آدمی بھی اس سے انحراف نہیں کر سکتے۔ کہتے ہیں۔ کہ جس کلیسیا کے ساتھ لوتھر کو پالا پڑا تھا۔ اسکی مکر و فریب کی قلعی کھولتے وقت گو اسے اس بات کا علم تو تھا۔ کہ میں مسیح کی حقانیت کی تائید میں بول رہا ہوں۔ تاہم کلیسیا کے حکم میں وہ کچھ طاقت تھی۔ کہ وہ ہرگز باور نہ کرتا تھا۔ کہ میرے عقائد قطعی طور سے درست ہیں اور کلیسیا کے غلط۔ اس امر کے متعلق سٹیون صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ یہاں اس کو نقل کیا جاوے وہ فرماتے ہیں:۔ "مگر لوتھر کی مشکل ہم کو صاف صاف بتاتی ہے۔ کہ جو خطرات مسائل ارشاد کی تلقین کے وقت ہم کو پیش آئیں۔ انکے متعلق ہم کو چوکس رہنا چاہیئے۔ ہو سکتا

ہے۔ کہ کوئی قوم (خواہ عیسائی ہی کیوں نہ ہوں) اپنی ہی طاقت کے ذریعے روح کی حرکات کو روکدے۔ اور مزید برآں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کلیسیا مسیحؑ کے پاک نام سے منقوش ہوکر بھی مسیحؑ کی عزیز از جان پیاری تعلیمات پر پانی پھیر دے۔

یہ بات آسانی سے نظر آسکتی ہے۔ کہ کلیسیا نے اپنے مسائل مذہبی کے ساتھ آجکل کے عیسائی مذہب کو ایک گورکھدھندا بنا رکھا ہے۔ یا یُوں کہو۔ کہ مخفی رازوں کا کارخانہ ہے۔ اسکے مقابل ہم سادہ مذہب اسلام کو پیش کرتے ہیں۔ جو اس قسم کے تمام ناقابل فہم مسائل سے منزّہ ہے۔ یہ سادگی اسلام کو عیسائی مذہب پر ایک حتمی فضیلت بخشتی ہے۔ اسلامک سوسائٹی لنڈن کے ایک جلسہ کے موقعہ پر ایک انگریز نومسلم نے بیان کیا تھا۔ کہ مجھکو دین اسلام بوجوہات ذیل پیارا لگتا ہے۔ (۱) اسمیں طہارت اور سادگی ہے (۲) اسمیں پُر اسرار مسائل کی بھرمار اور پادریوں کا راج نہیں (۳) اسکی صداقت آفتاب کی طرح خود بخود روشن ہے دنیا کے تمام ملکوں میں اور بھی بہتیرے لوگ یہی شہادت دینگے۔

عیسائی مذہب میں مسائل کا گورکھدھندا جو اس مذہب کے سربستہ رازوں میں ایک راز ہے اور جس سے قطع تعلق کرنا ممکن نہیں۔ مسلمان کا دل تو انکو دیکھتے ہی پیچھے کی طرف بھاگتا ہے ایک عیسائی مشنری نے جس کو اسلام سے واقفیت رکھنے کا دعویٰ ہے۔ اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ "عیسائی مشنریوں کو مسلمانوں میں تبلیغ کرتے وقت مقدس ثالوث۔ الوہیت مسیح اور ابن اللہ وغیرہ مسائل کی وجہ سے جو مشکلات پیش آتی ہیں۔ وہ بڑی بھاری ہیں۔"

تاریخ سے اس بات کی کافی شہادت ملتی ہے۔ کہ جو مشن ہند کے مغل شہنشاہوں کے پاس بھیجا گیا تھا۔ باوجودیکہ اسکو شہنشاہوں اور امرا کے حضور تبلیغ کے شاندار مواقع میسر آتے رہے۔ تاہم مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی راہ میں اسکو کسی عملی نتیجہ کی تکمیل نصیب نہ ہوئی ÷

ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ کلیسیا بحیثیت ایک دنیوی انسٹی ٹیوشن، ہونے کے فائدہ مند بھی ہے۔ مگر یہ بات قطعاً سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ مذہبی زندگی کا

تعلق کلیسیا کے ساتھ ایسا مضبوط ہو۔ کہ کبھی علیحدہ ہو ہی نہ سکے۔ اور نہ ہی یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کہ کلیسیا کا وجود مذہب کی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ دیکھو اسلام تیرہ صدیوں سے چلا آتا ہے۔ اور یہ امر مسلّم ہے۔ کہ اسلام کا نہ کوئی کلیسیا ہے۔ اور نہ کوئی پادریوں کی ٹکسال۔ اسلام ہرگز یہ نہیں کہتا۔ کہ فلاں فلاں آدمی برگزیدہ ہیں اور فلاں فلاں قومیں خدا کی منظور نظر ہیں۔ اسلام کے نزدیک وہی آدمی اکرم ہے جو اتقیٰ ہے۔ انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ مسلمان جہاں چاہے۔ آسمان کے تلے نماز ادا کر سکتا ہے۔ ہنٹر صاحب فرماتے ہیں۔ کہ "اسلام کی پُر شوکت باتوں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اسکے مندر ہاتھوں سے تعمیر نہیں ہوتے۔ اور اسکے احکام کو خداتعالےٰ کی زمین پر یا اسکے آسمان کے نیچے جہاں کسی کو ضرورت ہو۔ وہیں بجالا سکتا ہے"

اس بات پر نظر کرکے کہ مغربی قومیں روحانی طور سے بیدار ہو چکی ہیں۔ اور لوگوں کے دل ایسی سچی اور نئی زندگی کے لیئے جو تنگ ظرف مسائل بندی اور ذہنیات کی بیداد ہتھکڑیوں سے جکڑی ہوئی نہ ہو۔ تڑپ رہے ہیں۔ یہ کہنا کوئی بڑے مبصر کا کام نہیں۔ کہ اگر اسلام کو اپنی ذاتی سادگی میں مغربی اقوام کے آگے پیش کیا جائے۔ تو ضرور ہے۔ کہ انکی عقلیں اور انکے ضمیر اس سے متاثر ہوں۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ صدیوں سے مغربی اقوام کے تخیّلات کو اسلام کے متعلق غلط خیالات کی غذا ملتی رہی ہے۔ اور ان خیالات کے آثار ہمیں انکی زبان اور انکے علم ادب میں نظر آتے ہیں۔ لیکن ہمیں کامل یقین ہے کہ جونہی دین اسلام کی دل لبھانے والی خوبیوں سے پردہ ہٹا دیا جائیگا۔ اسی وقت سب بودار تعصّب اس طرح کافور ہو جائیں گے۔ جس طرح آفتاب کے طلوع ہونے پر کہر اُڑ جاتی ہے۔ جو شخص مغرب میں اسلام کا مشنری ہو کر جائے۔ اسکے کام کا مندرجہ ذیل پروگرام نہایت دلکش ہوگا۔

غلط فہمیوں کو دُور کرنا۔ نیک نیّتی سے جو اعتراضات کیئے جاویں۔ اُنکا جواب دینا اور ایسے شکوک رفع کرنا جنمیں دیوٹی کا شائبہ نہ ہو۔ اس کا اوّلین مقصد یہ ہو۔ کہ اسلام اور اسلام کی تعلیم کو مغربی اقوام کے آگے پیش کرے۔ مناظرانہ تحریریں بعض

اوقات اچھا کام دیجاتی ہیں - اور مناظرات ہمیں اس قابل بنادیتے ہیں - کہ ہم کسی سوال کے تمام پہلوؤں پر غور کرکے حق کو پاسکیں - لیکن مناظرات پر غیر واجب زور دینا سخت غلطی ہوگی - کیونکہ وہ ہمیشہ مذہبی الفتوں کو روکتے ہیں - منطقی بحثوں میں پڑکر کوئی شخص مذہبی آدمی نہیں بنا - مذہب ایک ایسی شئے ہے جس کا تعلق دماغ سے اتنا نہیں جتنا دل سے ہے - مسائل کو یا بعض ملہموں کے حالات کو مان لینے سے ہی اتنا کام نہیں چلتا - جتنا اپنی زندگی اور اپنے نفس کے اندر خدا تعالیٰ کے متعلق تجربے سے نکلتا ہے - وہ مذہب جو اسم بامسمیٰ کا مصداق ہو - اس کا مقصد یہ ہونا چاہیئے - کہ دماغ کی بھوک تو مٹائے یا نہ مٹائے - دل کی بھوک کو ضرور مٹائے - وہ اس بات پر چنداں زور نہ دے - کہ خدا گذشتہ زمانوں میں فلاں فلاں واقعات کے ضمن میں بذریعہ وحی اپنے تئیں ظاہر کرتا تھا - بلکہ وہ یہ بتلائے - کہ موجودہ زمانے میں تم پر بھی بذریعہ وحی اپنے تئیں ظاہر کرسکتا ہے -

بعینہٖ یہی وہ بات تھی - جس پر راسخ الاعتقاد پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے ٹھوکر کھائی - اور لوتھر کا قول سچا نکلا - وہ کہا کرتا تھا - کہ جن لوگوں نے میری عین حیات میں میری تعلیم کے مغز کو ہاتھ نہیں لگایا - میرے مرنے کے بعد وہ اسکے چھلکوں کے پیچھے پیچھے پھرا کریں گے -

پس انہوں نے یقین کرلیا - کہ بائیبل ہی خدا کے مدعاؤں اور خصلتوں کا آئینہ ہے - انہوں نے وحی والہام کی گذشتہ تاریخ کو حیّ و قیوّم خدا کا قائم مقام قرار دیدیا - لوگ ملہموں اور نبیوں کی تحریروں کی پرواتو کرتے تھے - لیکن اپنی زندگی میں کامل تبدیلی کی فکر کوئی نہ کرتا تھا - اس طرح لوتھر کی تعلیم بگڑ گئی - اور رہتے رہتے ہوتے ہوتے لوگ مجہول سے ہوگئے -

ترجمہ مضمون مولوی عطاء الرحمٰن صاحب ایم - اے (باقی آئندہ)

---

## ریویو

**گورنمنٹ برطانیہ کی چالیس برکات** ۔ مؤلفہ جناب مفتی محمد صادق صاحب ایم - آر - اے - ایس -

ایڈیٹر اخبار صادق - قادیان - ضلع گورداسپور -

یہ رسالہ بہت ہی قابل قدر ہے جو عین ضرورت وقت کے مطابق تالیف کیا گیا ہے اور اسمیں صرف گورنمنٹ کی برکات کو ہی نہایت مؤثر طریق سے بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس کے ضمن میں اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ بھی مدِ نظر رکھی گئی ہے بلکہ غیر مبایعین پر بھی ایک لطیف رنگ میں حجت تمام کی گئی ہے اور اس کام کو نہایت دلکش پیرایہ میں نباہا ہے جس سے رسالہ کی دلچسپی بہت بڑھ گئی ہے۔ آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے گورنمنٹ کی خیر خواہی کے متعلق اقتباسات بھی شامل کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔ تقطیع کلاں تعداد صفحہ ۴۴ - چھپوائی لکھائی عمدہ - قیمت ۸ر خریداری کی درخواستیں بنام مفتی صاحب موصوف آنی چاہییں۔

**پند نامہ کاظم** :- منظومہ مولوی ابو ناظم محمدؐ کاظم صاحب مدرس بی - ایل - ہائی سکول سراجگنج ضلع پابنہ (بنگال)

یہ کتاب فارسی نظموں کا ایک مجموعہ ہے جو مولوی محمد کاظم صاحب سراجگنجی کی تصنیف ہیں۔ زبان بہت شستہ اور نصائح بہت مفید ہیں جو خصوصاً طلبائے مدارس کے لیئے بہت کار آمد ہیں۔ حواشی میں آیات قرآنی و احادیث نبویہ بھی نقل کیگئی ہیں جن سے مصنف نے نصائح کو اخذ کیا ہے۔ مدارس اور سکولوں میں اس کتاب کا رواج دینا بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ لکھائی - اور چھپوائی بہت اچھی ہے۔ ۵۲ صفحہ کا رسالہ ہے۔ قیمت ۶ر

مصنف سے مل سکتی ہے

# ٹیچنگز آف اسلام

پبلک کے دینی اور روحانی فائدہ کو مدِّنظر رکھکر اور تبلیغ اسلام کا بڑا ذریعہ سمجھکر اس
کتاب یعنی اسلامی اصول کی فلاسفی (یا تقریر جلسہ اعظم مذاہب) کا انگریزی ترجمہ کرکے
ولایت میں چھپوایا گیا ہے۔ اور اسکی بہت سی کاپیاں ولایت اور دیگر بلاد یورپ۔ امریکہ
جاپان وغیرہ میں مفت تقسیم کی گئی ہیں۔ اور کچھ کاپیاں فروخت کیلئے یہاں بھی منگوائی گئی تھیں
یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ایک انگریزی خوان مسلمان کے ہاتھ میں ہو۔ احباب خود بھی خریدیں
اور تبلیغ اسلام کیلئے چند کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کرکے اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لیں۔
قیمت بغرض توسیع اشاعت باوجود ۲۰۰ صفحہ اور عمدہ ولایتی کاغذ اور خوبصورت جلد
کے بہت ہی تھوڑی رکھی ہے۔ یعنی صرف عہ ۔ بے جلد کی قیمت ۱۲؍ محصولڈاک اسکے علاوہ
ملنے کا پتہ۔ **دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور۔ پنجاب۔**

# براہین احمدیہ مکمل چار جلد

حضرت اقدس مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی بے نظیر
تصنیف جسمیں تمام اسلامی اصولوں پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور نہایت پُرزور عقلی اور
نقلی دلائل کے ساتھ صداقت اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منجانب اللہ ہونا
ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے جواب کے لیئے دس ہزار روپے کا انعامی اشتہار بھی دیا گیا
تھا۔ مگر ابتک کسی مخالف اسلام کو جواب دینے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ پہلے اس کتاب کی قیمت صہ
تھی۔ مگر پبلک کے فائدہ اور ہمدردی کے خیال سے اب صرف عگا کردی ہے ؞

**درخواستیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں**

Reg. No. L.303

# کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

## امراض مستورات کی دوا ٭ امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید مارلین ملک کی مشہور دوائیں برہم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں۔ اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملاکر یہ دوا تیار کیگئی ہے اور اسکی آزمایش بھی اچھی طور سے ہوتی آئی ہے۔

یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم و بچہ دان کو طاقت دیتی ہے اوصاف رکھتی ہے اسلیے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے۔ اس حیض کی خرابی یعنی کم یا زیادہ دنوں میں حیض ہونا۔ اور بہت زیادہ ہونا۔ کمر، پیڑو۔ جانگھوں اور سر میں درد ہونا۔ جی متلانا وغیرہ وغیرہ دور ہو جاتا ہے بر در جیسیں سفید و سرخ پانی کی طرح مواد نکلتا ہے۔ خون رقیق یا جما ہوا زیادہ یا کم جانا درد وغیرہ کی تکلیف اس دوا سے رفع ہوتی ہے رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل بیوقت ضائع ہو جاتا ہے۔ نطفہ قرار پاتے کے تیسرے چوتھے مہینے میں ضائع ہو جاتا ہے۔ ایسی حالتمیں اس دوا کا کچھ دنوں تک استعمال کرنے سے رحم میں طاقت پہنچتی ہے۔ اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال کرنے سے رحم کی خرابی دور ہو کر جسم قوی ہوتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۶ خوراک عہ محصولڈاک وغیرہ ۶ ر دو شیشی تک ۸ ر

اس دوا پر اسسٹنٹ آف دی فیمیل ہوسپٹل رام پور کی رائے۔ آپنے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کی اُس سے مجھکو فائدہ ہوا۔ براہ مہربانی تین شیشی اور روانہ فرمایئے۔

## قوت کی گولیاں

۳۱ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس۔ اشکنیہا ڈامینا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں اسلیئے۔ مغز۔ ریڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالی خواہ کسی وجہ سے ہو ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز فائدہ ظہور میں آتا ہے۔ بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ڈٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے قیمت ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵ ر

دیکھیے جناب ایڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے تیس گولیاں منگائیں اسکے تیر بہدف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے ۳۰ روپیہ رکھنی چاہیئے تھی۔

**ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ**



باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں صدر انجمن کیلیے چھپکر شائع ہوا

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ❖ لو تمھیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

# ریویو آف ریلیجنز

یعنی

## دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۵ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۷

مطابق رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۴ھ

[illegible]

[illegible]

## فہرست مضامین

# عربی قاعدہ یسّرنا القرآن مکمّل

یہ قاعدہ کچھ دنوں سے فروخت ہوگیا تھا۔ اور پھر چھپنے تک اکثر لوگوں کی درخواستیں بلاتعمیل پڑی رہنے سے شائقین قرآن مجید کو بڑی تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اب خدا کے فضل سے چند روز تک چھپ کر دفتر میں پہنچ جانے والا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو قرآن مجید پڑھانے کی خاطر اس بے نظیر قاعدہ کو خریدنا چاہتے ہیں وہ جلد درخواستیں بھیجدیں۔ اخراجات کے متعلق یہ عرض ہے کہ کاغذ کی سخت گرانی ہے آج سے ایکسال پہلے کی نسبت کاغذ کی قیمت اڑھائی گنے کے قریب زیادہ ہوگئی ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں دس ہزار قاعدہ کے سارے اخراجات کیلئے چھ سو روپیہ کی منظوری تھی لیکن اب صرف کاغذ پر سوا چھ سو روپیہ خرچ آیا ہے۔ دیگر اخراجات لکھائی چھپائی وغیرہ علاوہ ازیں ہیں۔ اسلئے اس دفعہ قاعدہ کی قیمت بجائے ۲ر کے ۳ر رکھنی پڑی ہے۔ جو اس قاعدہ کی خوبیوں کے مقابل زیادہ نہیں ؁ منیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان

## شرح اشتہارات ریویو آف ریلیجنز

| میعاد | پورا صفحہ | | نصف صفحہ | | چوتھائی صفحہ | | ایک سطر | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | انگریزی | اُردو | انگریزی | اُردو | انگریزی | اُردو | انگریزی | اُردو |
| سالانہ | للعہ | للعہ | معہ | معہ | معہ | معہ | مے ر | مے ر |
| ششماہی | معہ | معہ | معہ | معہ | عہ | عہ | عہ ۱۲ر | عہ ۱۲ر |
| سہ ماہی | معہ | معہ | عہ | عہ | ہمہ ر | ہمہ ر | عہر | عہر |
| ایک دفعہ | لے ۸ر | لے ۸ر | للعہر | للعہر | مے ر | مے ر | ۸ر | ۸ر |

تمام درخواستیں دفتر میگزین قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں